اسلامی احکام نکاح و طلاق پر مخالفین اسلام کے اعتراضات کا جواب و مصادمہ

اور

احکام اسلام و مذاہب معترضین کا موازنہ

(لائق توجہ اہل مذہب و گورنمنٹ)

جو لوگ احکام و مسائل اسلام سے پورے واقف نہیں و معہذا وہ ہمہ دانی کے مدعی ہیں وہ بعض مسائل نکاح و طلاق کے سبب اسلام پر سخت معترض ہیں* - اور اپنے مسائل مذہب کو مسائل اسلام پر ترجیح دیتے ہیں -

نکاح کی نسبت ان کے دو سخت اعتراض ہیں **ایک** یہہ کہ اسلام میں تعدد ازدواج کا ایک ایسا حکم ہے جس سے انسان کی زندگی تلخ ہو جاتی ہے اور اخلاقی حالت تباہ ہوتی ہے مرد و عورت میں مساوات کا نیچرل قاعدہ ٹوٹ جاتا ہے مرد کو اسکے قدرتی حق مساوات سے زیادہ حق دیا جاتا ہے -

دوسرا یہ کہ اسلام میں عورت کو ایک جائداد منقولہ کی مانند سمجھا جاتا ہے اور مرد کو اس کا مالک و آقا - وہ تمام عمر کے لیے خواہ کیسے ہی حالات و مقتضات علیحدگی پیش آئیں مرد کی قید میں رکھی جاتی ہے کسی حالت میں وہ اس سے علیحدہ ہونے اور اسکے نکاح سے آزاد ہونے کی مجاز و مستحق نہیں سمجھی جاتی جس میں اس کی قدرتی آزادی فنا ہوتی ہے اور اسکی خداداد قوتوں و صفات کی بیکاری عمل میں آتی ہے

* آج کل کے معترض سر ولیم میور صاحب کے مقلد ہیں جنہوں نے اپنی اس کتاب میں جس میں حالات زندگی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بحث کی ہے لکھا ہے "کثرت ازدواج طلاق اور غلامی سے جو مذہب اسلام کے مسئلے میں پبلک کے اخلاق کو نقصان پہنچتا ہے - پبلک کی زندگی کو زہر ملتا ہے - [illegible] پراگندگی ہوتی ہے - مذہب [illegible] کی آزادی کچلی جاتی ہے اور فنا ہوتی ہے وغیرہ وغیرہ"

طلاق — مخالفین کا یہ اعتراض ہے کہ اوسکی عام اجازت اخلاق وانسانی ہمدردی کے مخالف ہے قدرت کے سلسلہ انتظام کی ناقض ہے ملک میں تفرقہ اندازی کا موجب ہے اس کے اختیار واستحقاق کو مرد سے مخصوص کرنا عورت کا اس استحقاق سے محروم رکھنا انصاف کا خون کرنا ہے۔ اور نیچرل قاعدہ مساوات کو توڑنا۔

ہم ان اعتراضات کی کچھ **پروا نکرتے** اور نہ ان کے جوابات کے درپے ہوتے اگر یہ اعتراضات ہمارے نوجوان اسلامی اخوان انگریزی خوانوں پر ساحرانہ تاثیر نکر جاتے اور وہ انکی تاثیر سے متردد ومتوحش ہوکر اصل اسلام میں مذبذب نہو جاتے مگر جب ہم بعض اخوان انگریزی خوانوں پر اس تاثیر کا مشاہدہ کر رہے ہیں اور اس تاثیر کے سبب سے اُن کو چاہ ضلالت میں گرتے ہوئے دیکھ رہے ہیں تو ہمارا ان اعتراضات سے اغماض کرنا۔ اور ان کے جوابات سے ساکت رہنا بہ شہادت

بیت: اگر بینم کہ نابینا و چاہ است — اگر خاموش بنشینم گناہ است

سخت گناہ ہے اور ان اعتراضات کی مدافعت اور ان اخوان اسلام کی معاونت بحکم الدین النصیحۃ ہماری اسلامی فرض ہے۔ اور یہہ فرض اس سے ہزار درجہ بہتر ہے کہ ہم کسی باہمی اختلافی فروعی مسئلہ (رفع الیدین وآمین بالجہر یا ترک تقلید) میں خامہ فرسائی کریں۔ اور اپنے کسی اسلامی بھائی کو رنج میں ڈالیں۔

ایک تازہ محرک اور قوی سبب ان اعتراضات کی مدافعت کا یہہ بھی ہوا ہے کہ آج کل سلطنت جس کے ماتحت میں اہل اسلام ہندوستان کی عنان حکومت ہے بعض اعتراضات کی طرف متوجہ ہو رہی ہے اور اسکا یہ خیال ہے کہ موجودہ قوانین ازدواج وطلاق معمولہ اہل ہند میں (مسلمان ہوں خواہ ہنود یا غیر) عورت کو ایک جائداد منقولہ سمجھا جاتا ہے اور یہ امر اخلاق اور انصاف سے بعید ہے لہذا عورت کو اس حالت سے رفعت وترقی دینا مناسب ہے اور جو عورت اپنے خاوند کے گھر میں آباد

نہ ہونا چاہیے اسکو بذریعہ قید اس آبادی پر مجبور کرنا مناسب نہیں ہے (چنانچہ چٹھیات گورنمنٹ بمبئے و گورنمنٹ ہند اس خیال کا مظہر حاشیہ میں منقول ہیں) گورنمنٹ کی اس خیال کی طرف

نقل چٹھی گورنمنٹ بمبئی نمبر ۱۹۰۳ مورخہ ۳ مارچ ۱۸۸۷ء

منجانب

ے شوان بہادر قائم مقام انڈر سیکرٹری گورنمنٹ بمبئی صیغہ دیوانی

بنام

سیکرٹری گورنمنٹ آف انڈیا صیغہ لیجسلیٹو

جناب من

حسب الحکم درخواست کیجاتی ہے کہ آپ مقدمہ دادا جی بھیکا جی بنام رکما بائی کی جانب جناب گورنر جنرل بہادر با جلاس کونسل کی توجہ کرائینگے جو انڈین لا رپورٹ سلسلہ بمبئی جلد ۱۰ صفحہ ۳۰۱ و جلد ۱۱ بمبئی صفحہ ۴۴۱ میں مطبوع ہوا ہے اس مقدمہ میں مدعی شوہر نے واسطے اعادہ آغاز حقوق زناشوئی دعوے کیا تھا۔ زوجہ کی شادی بچپن میں بلا رضامندی اسکے ہوئی۔ اور فریقین کبھی ہم صحبت نہ ہوئے

۔ نتیجہ و اپسی مقدمہ کا عدالت اپیل سے یہ ہوا کہ عدالت ابتدائی نے یہ ڈگری صادر کی کہ رکما بائی اپنے شوہر کے گھر ایک مہینہ میں چلی جائے درصورت عدم تعمیل ڈگری ہذا (یہ معلوم ہے کہ رکما بائی کا ارادہ مصمم تعمیل نہ کرنے کا ہے) یہ ڈگری بذریعہ قید کے حسب دفعہ ۲۶۰ ضابطہ دیوانی کے جاری ہو سکتی ہے ۔

۳۔ اس مقدمہ پر بحث ہوئی ہے اور ایک فرقہ قوم کا ترمیم قانون کا طالب ہے و رغالباً اسکی تائید انگلینڈ میں بھی ہو۔

۴۔ درحقیقت نسبت نامناسب ہونے اس امر کے کہ ہماری عدالتیں ان شادیوں کی تعمیل جبریہ کرنے کی ڈگری صادر کریں جو بحالت بچپن منعقد ہوئیں بابت کچھ کہنا

پوری توجہ ہوگئی ہے اور اوسکے موجودہ قوانین نکاح وطلاق اہل اسلام کو مخالف

جا سکتا ہے مگر جناب گورنر بہادر با جلاس کونسل نے الحال اس وسیع میدان بحث مین داخل ہونا نہین چاہتے انکی یہ رائے ہے کہ کچھ ترمیم ضروری ہے مگر کارروائی اختیار کردہ قانون انگلینڈ کی پیروی کرنا کافی خیال کرتے ہین۔ اور دعوی اعادہ حقوق زناشوئی کو بحال رکھکر اس فریق کی ذات کو جس کے مقابلہ مین ڈگری صادر ہو مر تمرد قید سے بری کر دیا جائے۔ انگلینڈ مین یہ ترمیم بموجب ۴۷ و ۴۸ وکٹوریہ باب ۶۰ کے ہوئی ہے۔ اور مجھکو اس امر کے لکھنے کی ہدایت ہوئی ہے کہ جناب گورنر با جلاس کونسل کی رائے مین دفعہ ۲۶۰ ضابطہ دیوانی اور دفعہ ۳۰ ایکٹ ۱۵ سنہ ۱۸۶۵ء کی اسی حد تک ترمیم کی جائے۔

۶۔ اس امر کے لکھنے کی بھی ہدایت ہوئی ہے کہ ضابطہ دیوانی کی دفعہ ۲۵۹ پر بھی اسیوقت توجہ کی جائے اگر ہماری یہ خواہش ہے کہ حیثیت عورات اس ملک کی بڑہائی جائے اور انکی قدر زیادہ کی جائے تو ازدواج کی نسبت یہ کہنا کہ ”وہ از قسم جائداد منقولہ ہین“ بہت مشکل سے معلوم ہوگا۔

نقل چٹھی گورنمنٹ ہند نمبر ۱۴/۹۹۱ مورخہ ۱۷ جون سنہ ۱۸۸۶ء

گورنمنٹ ہند نے چٹھی معنون بنام جملہ لوکل گورنمنٹون کے نام جاری کی ہے گورنمنٹ بمبئی نے تجویز پیش کی ہے کہ دفعہ ۲۶۰ ضابطہ دیوانی سنہ ۱۸۸۲ء کو جہانتک کہ اسکا تعلق حقوق ازدواج کا اجرائے ڈگری سے ہے ترمیم کیا جائے۔ واضح ہو کہ یہ تجویز مقدمہ دادا جی بیکہاجی مدعی بنام رکما بائی جو عدالت ہائی کورٹ بمبئی نے فیصلہ کیا ہے پیش کی گئی ہے اور بابت ترمیم کے یہ رائے ظاہر کی گئی ہے کہ اگر طریقہ مروجہ قانون انگلینڈ کی

پیروی کیجاوے تو اغلباً کافی ہوگا۔ اور گرچہ نالش حقوق زناشوئی قائم رکھی جاوے تاہم جس شخص پر ڈگری صادر ہو وہ قید ہونے سے بری رکھا جاوے۔

دفعہ ۳ ۔ قانون ہند کے رو سے دو قسم کے مقدمات ہو سکتے ہین جن کے ذریعہ سے شوہر اپنی زوجہ کی رفاقت حاصل کر سکتا ہے۔

الف ۔ بابت واپسی بمو جب ایکٹ نمبر ۱۵ سنہ ۱۸۸۶ع وضمیمہ ۲ اد ۴۴ ۱۳

ب ۔ دعویٰ حقوق زناشوئی (ایکٹ نمبر ۵ سنہ ۱۹۰۸ع ضمیمہ ۲ مد ۳۵)

ایسے مقدمات کی اجرائے ڈگری کا ضابطہ دفعات ۲۵۹ و ۲۶۰ ضابطہ دیوانی مین علے الترتیب درج ہے۔ درباب مقدمات نمبر اول جو کہ دسطے دلاپانے بازدی عورت نسبت اس شخص کے ہوتا ہے جس نے عورت کو روک رکھا ہے ہمارا کچھ تعلق نہین۔ لیکن اگر دوسری قسم کے مقدمات کی نسبت قانون کا بنانا قرین صحت ہے تو ان دو قسم کے مقدمات مین صاف طور پر تمیز ختم کرنے سے بذرہ اٹھیانا مناسب ہی۔ درباب مقدمات قسم دوم یہ واضح ہو کہ جو قانون رشتہ شوہر و زوجہ کا تسلیم کرتا ہے وہ اس امر کو بھی تسلیم کرتا ہے کہ شوہر کا فرض زوجہ کے ساتھ اور زوجہ کا فرض شوہر کے ساتھ گذران کرنے کا ہے ۔ اس واسطے مقدمات حقوق زناشوئی مفید قسم کے مقدمات ہین۔ بشرطیکہ ایسے مقدمات کی صادر شدہ ڈگری کی تعمیل کے واسطے ایسے وسائل اختیار نہ کیے جاوین جو اخلاق یا معاشرت کے برخلاف ہون بموجب دھرم شاستر کے یہ امر منجملہ شرائط شادی کے ایک ہے کہ مرد و عورت آپس مین رفیق ہون ۔ اور ہادیان قوم نے قرار دیا ہے کہ اگر کوئی فریق دوسرے کو ترک دیوے یا اوسکی پرواہ نہ کرے تو ہر دو جہان مین مستوجب سزا ہوگا (دیکھو شرح سجات جگندر ترومنی صفحہ ۹۶) پس اگر کوئی فریق شادی اس فرض سے انکار کرے تو انصاف یہ ہے کہ عدالت قرار دے کہ وہ فرض

احکام قانون ہذا سے یا فرقت کرتے ہیں یا ہندوؤں کے [illegible] ہو جاتے ہیں اس

کے سپرد ہی ہوتی ہے مگر جب وہ [illegible] اساسی [illegible] ایک

ان کا انحصار بابت تعمیل حقوق زن و شوہری پیش ہوا ایک مقدمہ پیدا ہوا ہے

[illegible] طلاق

کرنی چاہیے ۔

دفعہ ۴ ۔ وہ الفاظ کے [illegible] حمایت کا [illegible]

[illegible] ہاتھ میں دیا جاتا تھا [illegible] رواج ہندوؤں کے مطابق

[illegible] قرار دیا گیا تھا کہ عورت کا [illegible]

تعمیل حکم عدالت بابت [illegible] ان کو اپنے ہمراہ شوہر [illegible] مطالبہ

[illegible] ہو کے ذیل میں آتا ہے ۔ اور حکم کی تعمیل [illegible] یا قرق

جائداد یا [illegible] ہو سکتی ہے [illegible] اس لئے کہ [illegible]

[illegible] ضابطہ

[illegible] قانون کی گئی ۔ [illegible] ضابطہ [illegible]

[illegible] گورنمنٹ ہند [illegible] کہ [illegible]

[illegible] طریقے [illegible] جب [illegible] عورت کو قید کیا جاتا ہے [illegible]

[illegible] کے خلاف ہے [illegible] کہ بہترین علاج حسب تجویز

گورنمنٹ [illegible] قانون انگلینڈ کی پیروی کی جاوے ۔ خصوصاً اس وجہ

سے کہ [illegible] قانون ہند اس معاملہ میں دیگر اقوام و مذہب کی معمولی

کارروائی کے مطابق ہو جاوے گا ۔ بموجب قانون انگلستان ۱۸۸۴ء [illegible]

[illegible] حسب ذیل حکم ہے ۔

اول ۔ ڈگری [illegible] حقوق زن و شوہری ذات پر جاری نہ کی جاوے ۔ دفعہ ۲

نے مداخلت کی ہے اگر وہ مداخلت مذہب میں جا بیجا ہوگی اور مسلمانوں کو بحکم الناس

دوم - جبکہ درخواست جانب عورت کی ہو تو عدالت حکم دے سکتی ہے کہ بصورت عدم تعمیل اجرائے ڈگری کے رسپانڈنٹ روپیہ واسطے نان و نفقہ کے ادا کرے (دفعہ ۲)

سوم - جب درخواست جانب خاوند کے ہو تو عدالت حکم دے سکتی ہے کہ زوجہ کی جائداد واسطے نان و نفقہ سائل و اطفال نکاح خرچ کی جاوے (دفعہ ۳)

چہارم - عدالت کسی حکم ادائے روپیہ کو جیسا مناسب سمجھے تبدیل کر سکتی ہے۔ (دفعہ ۴)

پنجم - ڈگری کی عدم تعمیل بمنزلہ ترک مقدمہ ہوگی۔ اور نالش واسطے جوڈیشل علیحدگی یعنی طلاق یا فسخ عقد داخل ہو سکے گی۔ اگر شوہر مجرم زنا کا ہو تو جائز ہے کہ عورت درخواست فسخ نکاح کی کرے۔ (دفعہ ۵)

ششم - عدالت واسطے حفاظت و پرورش و تعلیم اطفال کے حکم دے سکتی ہے (دفعہ ۶)

دفعہ ۴ - چونکہ مسلمانوں میں آسانی سے طلاق ہو سکتا ہے۔ اور چونکہ ہندوؤں کی بہت قوموں میں بھی اسکا رواج ہے۔ اگرچہ اونچے درجے کے ہندو شاستر کے ممنوع ہے اس لیے بلحاظ امر مذکورہ صدر یہ بات پیش کی گئی ہے کہ عدم تعمیل ڈگری واسطے منسوخی شادی ایک وجہ سمجھی جاوے۔ بشرطیکہ

الف - فریق مطلقہ کو معاوضہ دیا جائے۔

ب - واسطے پرورش اطفال نکاح کے واجبی اور معقول انتظام کیا جاوے

دفعہ ۵ - اخیر میں یہ بھی تجویز پیش کی گئی ہے کہ اگر حسب طریقہ بالا کوئی کارروائی کیجائے تو قانون اور عملدرآمد کو مطابق کرنے کی غرض سے شرف

سے ملے ہیں بلکہ انکی تعمیل واجب وناگزیر ہوگی اور آئین جسقدر مذہب اسلام کی منقصت ومضرت ہے وہ محتاج بیان نہیں ہے۔ اس نقطہ سے بھی بلا ادا ہر ایک مسلمان کا جسمیں دینوی خداداد لیاقت تائید اسلام موجود ہو ایمانی واسلامی فرض ہے کہ ان اعتراضات کے جواب سے تعرض کریں اور اس میں یہ ثابت کر دکھائیں کہ موجودہ قوانین نکاح وطلاق اہل اسلام عقل واخلاق اور انصاف کے مخالف نہیں و لہذا برٹش گورنمنٹ کو جو ایک منصف ومہذب وغیر متعلق گورنمنٹ ہے ان مسائل میں مداخلت کرنا بجا طور اپنی غیر جانبداری کے ناواجب ہے اور یہ مسائل ان اسلامی یا غیر اسلامی مسائل کے مانند نہیں ہیں جنکو گورنمنٹ نے خلاف عقل انصاف وخلاف تہذیب سمجھکر ان میں دست اندازی کی ہے۔

اس ضرورت کو ہمارے اخوان کیا شیعی (اہلحدیث) کیا اعتزالی (حنفیہ) نظر انصاف سے سوچیں تو وہ بھی اس قسم کے مسائل میں بحث کرنا اپنا اعلے منصب اور اصل فرض سمجھیں۔ اور باہمی جھگڑوں اور مسائل فروعی میں خانہ جنگیوں کو ایک وقت بالائے طاق رکھدیں۔ یہ ہمت وجرأت اپنے آپ میں نہ پاویں

چونکہ کا ضمن بتعزیری دفعہ ۶ سے ۔ ایکٹ طلاق پارسیان نمبر ۱۵ سنہ ۱۹۶۶ء کو منسوخ کیا جاتا ہے۔

دفعہ ۶ ۔ ان کا و بیٹوں اخیری فیصلہ کرنے کے پیشتر نواب گورنر جنرل بہادر باجلاس کونسل مناسب سمجھتے ہیں کہ انکی بابت لوکل گورنمنٹوں کی رائے لیجاوے۔ اس لئے ہم التجا کرتے ہیں کہ نواب لفٹنٹ گورنر بہادر بعد تحقیقات واصلاح نیز ان اشخاص کی مختلف جماعتوں سے جو ایسے معاملات میں گورنمنٹ کو صلاح دینے کے لائق ہوں گورنمنٹ ہند کو بابت سوالات مندرجہ صدر جس قدر جلد ممکن ہوسکے اپنی رائے دیویں۔

تو جو لوگ اس کام میں لگ رہے ہیں انکی تائید و نصرت بعض میں رطب اللسان ہو رہے ہیں اور اپنی علمیت و نفوس کے زور سے اپنے قلم و زبان کو روک رکھیں ۔

وہ حضرات اس ضرورت کو تسلیم نہیں کرتے تو ہم انکو بھی بحکم مقولہ مشہور نادان دوست سے دانا دشمن بہتر ہے ان ہی مخالفین و معترضین کی قطار میں شمار کرتے ہیں ۔ اور ان اعتراضات کے جواب کے درپے ہوتے ہیں ۔

سب سے پہلے ہم عقل اور قانون قدرت کے اصول سے تعدد ازدواج اور طلاق اور حقوق زوجیت کی ضرورت کا اثبات کرتے ہیں ۔ (جو اعتراضات مخالفین کا ایک اجمالی جواب ہے) اسکے بعد نکاح و طلاق و حقوق زوجیت کے متعلق احکام اسلام کو کتاب و سنت سے بیان ہوگا ۔ اور ان احکام کا عقل اور قانون قدرت کے مطابق ہونا ثابت کیا جائے گا اس کے بعد اعتراضات مخالفین کا تفصیلی جواب ادا ہوگا اس کے بعد احکام مذہب معترضین (یہود و نصاری) کو بیان کرکے ان احکام اور احکام اسلام میں موازنہ کیا جائیگا ۔

اخیر میں ہم مہربان گورنمنٹ کے حضور میں مؤدبانہ گذارش ہوگا کہ وہ اس مضمون کو انصاف و توجہ سے ملاحظہ فرماکر مسلمانوں کی مذہبی٭ مسائل نکاح وطلاق کو دست اندازی سے بری رکھے ۔

٭ ان مسائل و احکام کے ملاحظہ سے گورنمنٹ کو یقین ہوگا کہ مسائل نکاح و طلاق میں اسلام نے پہلے ہی عقل انصاف اور اخلاق کی رعایت کر رکھی ہے نہ مرد کو عورت پر یہ حق دیا ہے کہ وہ اسکو ناواجب جبر کرکے گھر میں بسا دے اور نہ عورت کو مرد پر یہ حق دیا ہے کہ وہ اس پر ناواجب آزادی اختیار کرے یا جبرًا طلاق لے لے ۔ مرد کو ان ہی حالات میں جبرًا عورت کو گھر بسانے کا حق دیا ہے جن حالات میں عقل انصاف اور اخلاق اسکو جبر کرنے کی اجازت دیتی ہیں ایسے ہی حالات میں عورت کو مرد سے آزاد ہو جانے اور جبرًا طلاق لینے کا حق دیا ہے لہذا گورنمنٹ کو مناسب نہیں کہ وہ ان مسائل اسلام میں مداخلت کرے اور عورتوں کو بہرحال آزادی دے انکو واجب الجبر حالات میں بھی انکو اپنے خاوندوں کے گھر میں آباد ہونے پر قید کے ذریعہ سے مجبور نہ کرے ۔ بلکہ از خود دست طلاق لینے کا حق عطا کر دے ۔

عقل اور قانون قدرت سے ضرورت تعدد نکاح اور طلاق

اور حقوق ازواج کا اثبات

نکاح کی بنا دو قدرتی و عقلی ضرورتوں پر ہے جو انسان کے انسان اور مدنی بالطبع ہونے کے مقتضیات سے ہیں۔ ایک ضرورت حفظ شخص (اپنے آپ کو بچانا) دوسری ضرورت حفظ نوع (انسانی نسل بڑھانا) شخص سے مراد ہر ایک شخص کی اپنی ذات یا وجود ہے اور وہ جسم اور روح دو چیز کا مجموعہ ہے۔ جسم کی حفاظت کے لیے نکاح کے ضروری ہونے پر یہ دلیل ہے کہ انسان میں جب وہ حد بلوغ کو پہنچتا ہے ایک ایسا فضلہ (جوہر لطیف و شریف) جس کو منی یا نطفہ کہا جاتا ہے پیدا ہوتا ہے کہ جب تک وہ اس کو تقاضا طبع کے وقت بدن سے خارج نہ کرے اس کی صحت کو نقصان پہنچتا ہے اور وہ اپنی جسمانی و روحانی قوتوں سے پورا کام نہیں لے سکتا۔

نکاح (جس سے ہر مذہب و ملت میں رسمادی ہو یا خود تجویزی) عورت کے ساتھ ایک خصوصیت اور مزاحمت غیر سے اس کی حفاظت پیدا ہوتی ہے) اس دفع فضلہ کا ایک سہل الحصول سبب ہے۔ اور اس نکاح کے بغیر ہر وقت اور ہر حالت ضرورت میں اس کام کا پورا ہونا خوف قتال یا جدال کا محل ہے چنانچہ عام (حیوانوں میں) اور خاص کر ان انسانوں میں جو اس کام میں حیوانات کے اصول طبعی پر چلتے ہیں ہم اس امر کا رات دن مشاہدہ کر رہے ہیں۔

* ان دو ضرورتوں کے علاوہ جو نکاح کی تمدنی ضروریات ہیں وہ ان ہی دو کی فرعات ہیں۔

حفاظت نوع کے لیے نکاح کا ضروری ہونا ثابت ظاہر ہے۔ جو لوگ حیوانی ضرورت (دفع فضلہ) نکاح کے ذریعہ سے نہیں کرتے۔ بلکہ اس میں حیوانات کے اصول ہی پر چلتے ہیں ان کے روحانی صفات (اخلاق) معدوم ہو جاتے ہیں۔ بے غیرتی بے حیائی۔ اور بے مروتی میں وہ حیوانات کے برابر۔ اور اپنے جوڑے اور نسل پر شفقت نہ کرنے کی نظر سے وہ حیوانات سے بدتر* ہو جاتے ہیں۔

حفظ نوع کے لیے نکاح کی ضرورت پر یہ دلیل ہے کہ اگر نوع انسان کو انسان بنا کر بڑھانا چاہیں تو اس کے لیے صرف نکاح ہی ایک ایسا سبب ہے جس سے نسل کے ساتھ ایک نسبی تعلق پیدا ہوتا ہے۔ اور یہی نسبی تعلق ایک ایسا سبب ہے جس سے اولاد کی شائستگی سے تربیت اور انکی اخلاق کی تہذیب ہو سکتی ہے۔ جو انسانیت کے لیے لازم اور انسان و حیوان میں مابہ الفرق ہے۔ **نطفۂ بے تحقیق** کا کوئی دلسوز مربی نہیں ہوتا اور نہ اسکی شائستگی اور اخلاق کی تہذیب کا (جس سے وہ انسان کہلانے کا مستحق ہو سکتا ہے) کوئی ذمہ دار ہو سکتا ہے۔

نکاح کا ان دونوں ضرورتوں (حفظ شخص اور حفظ نوع) پر مبنی ہونا مسلم بالاتفاق تسلیم ہوگا تو اس سے یہ بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ جب نکاح سے یہ دونوں غرضیں یا ان میں سے کوئی ایک حاصل نہ ہو وہ کان لم یکن ہے (یعنے ایسا ہے جیسا ہوا ہی نہیں) لہذا ایسے نکاح کو فسخ کرنا (منکوحہ عورت کو طلاق دیدینا) یا (اگر کسی مصلحت جدید ہی

---

* حیوانات میں بعض نر اور تمام مادے اپنے بچوں پر ان کے وقت تربیت تک انس و شفقت سے پیش آتے ہیں تھے کو درندے وحوش اس انس سے خالی نہیں مگر بدکار انسان صورت حیوان سیرت اپنی اس نسل سے جو بازاری عورتوں کے پیٹ یا گھر میں چھوڑ جاتے ہیں کچھ انس و محبت نہیں رکھتے اسلیے وہ حیوانات سے بدتر ہیں۔

انسانی یا حیوانی بچہ کو ضائع نہ کیا جائے۔ ایسے نکاح کی حالت قیام و موجودگی میں دوسرا نکاح کرنا ہے۔ یہ دو غرضیں جو ان میں سے ایک بھی نظر ہوں تو صرف حاجت بلکہ عقل و قانون قدرت کے شہادت اور انسانیت و اخلاق کے اقتضا و فتوے سے ضرور و لازم ہے۔

اس سے یہ بھی ماننا پڑے گا کہ ان دونوں غرضوں کا پورا کرنا زوجین میں سے اس شخص کا قدرتی و انسانی و عقلی فرض ہے جس کی قدرت و اختیار میں انکا پورا کرنا ہو۔ اور جس فرض کے پورا کرنے میں وہ بحکم عقل و قانون قدرت و اخلاق مجبور ہے۔

اس تقریر کو معترضین عنود و انصاف سے پڑھیں گے تو امید ہے کہ وہ اپنے تینوں اعتراض واپس لے لینگے۔ یا انہیں ہم اسپر اکتفا نہیں کرتے اور باقی مدارج بحث کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

احکام اسلام نکاح اور طلاق کے متعلق اور قانون قدرت و عقل سے انکا تعلق

پہلا حکم

نکاح کرنا اس شخص کے لیے جائز یا ضروری ہے* جو جسمی طاقت اور مالی وسعت رکھتا ہو پھر جو جسمانی طاقت نہ رکھتا ہو اسکو نکاح کرنا جائز ہی نہیں اور جو مالی طاقت نہ رکھتا ہو اسکو وسعت کا انتظار بہتر ہے۔ اور بلا وسعت نکاح کر لینے میں معصیت کا اندیشہ ہے حقتعالے نے فرمایا ہے جو لوگ نکاح (یعنی اسکے اسباب سامان نفقہ وغیرہ) نہیں پاتے وہ گناہ سے بچیں یہانتک کہ خدا تعالے انکو مالدار کر دے یعنی جب وہ نکاح کر سکیں۔

وليستعفف الذين لا يجدون نكاحا حتى يغنيهم الله من فضله (النور ع ۱۰)

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے (چنانچہ صحیح بخاری و مسلم میں آیا ہے)

* بعض حالتوں میں جبکہ معصیت و نقصان کا یقین ہو نکاح واجب ہو جاتا ہے۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يا معشر الشباب من استطاع منكم الباءة فليتزوج فانه اغض للبصر واحصن للفرج ومن لم يستطع فعليه بالصوم فانه له وجاء (بخاری ومسلم)	اے جوانوں کے گروہ جو تم میں سے طاقت (مالی اور جسمانی) رکھے وہ نکاح کرلے کیونکہ نکاح آنکھ کو نظر بد سے بچانیوالا ہے اور شرمگاہ کو فعل حرام سے بچاتا ہے اور جسکو طاقت (مالی) نہ ہو وہ روزہ رکھے وہ اسکو خصی کردیگا۔

امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے لفظ باءۃ کے معنی میں

اختلف العلماء في المراد بالباءة على قولين يرجعان الى معنى واحد اصحهما ان المراد معناها اللغوي وهو الجماع فتقديره من استطاع منكم الجماع لقدرته على مؤنه وهي مؤن النكاح فليتزوج (نووی)	میں سے صحیح یہ ہے جماع مراد ہے یعنی جس کو جماع کی طاقت ہو سکے یہ مراد ہے کہ وہ اسکے ہمراہ مسائل اسباب نکاح کے ساتھ قادر ہو

دوسرا حکم

نکاح سے وہ غرض و مقصود پیش نظر رکھنا ضروری ہے جس سے انسانی نسل بہائم کی طبعی افعال سے ممتاز ہو سکتا ہے۔ وہ ہے تسکین و عفت نفس۔ نیز دوسرے اولاد صالح کی طلب۔

حق جل وعلا نے فرمایا ہے خدا کی شان و قدرت سے ہے کہ تمہارے لیے تمہاری

ومن آياته ان خلق لكم من انفسكم ازواجا لتسكنوا اليها وجعل بينكم مودة ورحمة (الروم ع ۱)	جنس سے جوڑے بنائے کہ اس سے تمکو تسکین٭ ہو اور تم میں محبت و رحمت رکھدی۔

اور فرمایا تمہاری عورتیں تمہاری کھیتی ہیں تم اپنی کھیتی کی طرف آؤ جس

نساؤكم حرث لكم فاتوا حرثكم انى شئتم	کیفیت سے چاہو (یعنی محل ولد میں)

٭ تسکین نفس اصل میں جسم کو اور اسکے ذریعہ سے روح کو اور حفظ اخلاق سے روح کو ہوتی ہے۔

وقدموا لانفسکم (بقرہ ع ۲۸)
قیل قدموا لانفسکم یعنی طلب الولد
(معالم التنزیل ص ۹۹)

اور اسکے سبب پہلے نیت اچھی کرو مثلا
یہ کہ اولاد ہو اور عفت کا ثواب
ملے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جابر بن عبداللہ کو رجب غزوہ جنگ ذات الرقاع
سے واپس ہوئے۔ اور نئی شادی کے سبب گھر کو جلد روانہ ہوئے۔ فرمایا اے

قال رسول اللہ صلعم یا جابر الکیس الکیس یعنی
الولد (بخاری ص ۷۹ و ص ۳۷۵ وغیرہ)

جابر عقلمندی اختیار کرنا۔ (یعنی
اس فعل سے طلب اولاد کی نیت رکھنا)

اور آپنے فرمایا چنانچہ صحیح مسلم مین آیا ہے تم کو اپنی (عورتون سے)

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفی بضع
احدکم صدقۃ۔ قالوا یا رسول اللہ ایاتی احدنا
شہوتہ ویکون لہ فیہا اجر قال ارأیتم
لو وضعہا فی حرام اکان علیہ فیہا
وزر فکذلک اذا وضعہا فی الحلال کان
لہ اجر۔
(صحیح مسلم ص ۳۲۵)

مباشرت مین بھی صدقہ کا اجر ہے۔
کسی نے پوچھا کہ اپنی شہوت رانی کرتے
ہین تو اس مین بھی ہم اجر ملتا ہے۔
آپنے فرمایا یہ شہوت رانی حرام محل
مین ہو تو کیا اس مین گناہ نہیں ہوتا؟
ایسا ہی اسکو ثواب ہوتا ہے اگر وہ حلال
محل مین شہوت پوری کرے۔

اور آپنے فرمایا چنانچہ سنن ابوداؤد مین آیا ہے (نکاح ایسی عورت سے کرو جو محبت والی

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
تزوجوا الودود الولود فانی مکاثر
بکم الامم (ابوداؤد ص ۲۷۹)

اور جننے والی ہو مین تمہاری کثرت نسل
کے سبب اور امتون پر فخر کرنے والا
ہون یعنی قیامت کے دن فخر کرونگا۔)

یہ دو غرضین (جو مسئلہ دوم مین بیان ہوئی ہین) وہی دو ضرورتین ہین جنپر نکاح
کا مبنی ہونا بحکم عقل و قانون قدرت ثابت کیا گیا ہے جس سے ظاہر ہے خصوصاً

ایا علی

معترضین کو یقین ہوسکتا کہ شرع کا یہ حکم مقتضائے عقل یا قانون قدرت کے عین مطابق ہے۔ ایسی ہی شرط استطاعت (جس کا بیان مسئلہ اول میں ہوا ہے) عقل و قانون قدرت کے مطابق ہے۔

اس شرط اور ان دونوں غرضوں کو پیش نظر رکھکر بانی اسلام نے یہ حکم ہوم دیا ہے جو ذیل میں بیان ہوتا ہے۔

تیسرا حکم

جن لوگوں کی پہلی یا دوسری یا دونو غرضیں ایک نکاح سے حاصل نہ ہوں (مثلاً اسوجہ سے کہ ان کی جسمانی طاقت اسقدر ہے کہ اس طاقت کو صرف کرنے کے لئے ایک عورت مکتفی نہیں یا ایک عورت سے انکی اولاد نہیں ہوتی۔ یا حسب مراد نہیں ہوتی۔ اولاد کم ہے۔ اور وہ خدا داد جسمانی و مالی وسعت کے اقتضا سے زیادہ چاہتے ہیں۔ یا اولاد بدچلن ہے اور وہ عورت جس سے اولاد ہوئی ہے بیکار ہو چکی ہے یا اولاد نرینہ نہیں ہوتی ہے) اور ان میں مالی و جسمانی طاقت اس قدر ہو کہ وہ ایک سے زاید عورتوں کی واجبی طور سے خبر گیری کرسکیں۔ اور ان کا نفس ایسا مطمئن ہو کہ وہ اس کے ذریعہ سے متعدد ازواج کے واجبی حقوق میں عدل و مساوات کرسکیں۔ انکو جائز یا بعض حالتوں میں ضروری ہے کہ وہ ایک سے زائد دو یا تین یا نہایت چار عورتوں سے اپنی ضرورت اور طاقت اور امید استقامت کے موافق نکاح کرلیں۔

حقتعالے نے فرمایا ہے کہ اگر تم ڈرتے ہو کہ تم یتیم عورتوں سے (اپنے جو تمہارے

وان خفتم ان لا تقسطوا في اليتمى
فانكحوا ما طاب لكم من النساء مثنى
وثلث وربع وان خفتم ان لا تعدلوا

نکاح میں ہیں) انصاف نہیں کرسکتے
تو تم (انکی جگہہ) اور عورتیں جو تمہیں
خوش لگیں دو دو یا تین تین یا نہایت

فواحدة (سورۂ نساء ع ۱)

چار چار نکاح مین لاؤ۔ ان مین بہی تمکو یہ خوف ہو کہ تم انصاف نہ کرسکوگے تو ایک ہی رہنے دو۔

عرب کے لوگ یتیم عورتون کو جو انکی تولیت مین ہوتین صرف اُن کے

اے ان خفتم ان لا تقسطوا فی الیتمی

النساء ذا تزوجتم بعض نقص وجا

ماطاب لکم من غیرهن ذکر

الرجل یجب یتیمة ذات مال وجمال

ویتزوجها ضنًّا بها فربما اجتمع

عنده من هن عدد ولا یقدر علی قیامها

بحقوقهن (بیضاوی ص ۱۰۶)

خوب صورت ومال دار ہونے کے طمع سے (نہ ان اغراض و ضرورتون کی نظر سے جو تعدد نکاح کو جائز کرتی ہین) نکاح کر لیتے اور اس طور سے ان کے پاس کئی عورتین جمع ہو جاتین جن کے حقوق زوجیت وہ ادا نہ کر سکتے تہے یہ آیت نازل ہوئی

صحیح بخاری میں حضرت عائشہ سے منقول ہے کہ یہ قول خداوندی اس شخص

عن عائشة ان رجلا کانت له یتیمة

فنکحها وکان لها عذق وکان

یمسکها علیه لم یکن لها فی نفسه

شیٔ فنزلت فیه ان خفتم الخ۔

(بخاری ص ۶۵)

کے حق مین نازل ہوا ہے جس کی ولایت مین یتیم لڑکی ایک باغ کی مالک تہی وہ اس باغ کے طمع سے اسکو نکاح مین لایا مگر اس سے حق واجب کچہ ادا نہ کرتا تہا۔

عن عائشة فی قول الله ان خفتم نزلت

فی [illegible] یتیمة هو ولیها ووارثها

ولها مال ولیس لها احد یخاصم دونها

لا ینکحها لمالها فیضربها ویسئ صحبتها

(صحیح مسلم ص ۳۰ ج ۱)

صحیح مسلم مین یہ بہی آیا ہے کہ وہ مال کے خیال سے اسکا نکاح دوسرے شخص سے نہ کرتا اپنے ہی نکاح مین رکہتا پہر اسکو مارتا اور برے طرح سے اسکے ساتہہ برتاؤ کرتا۔

یہہ قول مصدقہ قول عامہ مفسرین بیضاوی وغیرہ کے مخالف نہین جو لوگ کئی
جورؤن کو گہیر رکہتے وہ سبہی یہ کام کرتے اور بری اغراض پیش نظر رکہتے لہذا ان عورتون
مین عدل نہ کرتے جس پر وہ قول خداوندی نازل ہوا۔
اس آیت مین صرف ایک شرط عدل کا ذکر اسلیے ہوا ہے کہ اس آیت کے
موقع نزول پر اسی عدل سے سوال اور اس کا خوف پیدا ہوا تہا۔ باقی دو
شرطون اور ضرورتون مذکورہ بالا سے اس لیے تعرض نہین ہوا کہ ان کا ذکر
دوسری آیات و احادیث مین ہو چکا ہے۔ اس آیت مین ان شرطون یا
ضرورتون کے مذکور نہ ہونے سے کوئی ان کا واجب اللحاظ نہونا استنباط کرے
تو یہ اس کی غلطی ہے۔ اور ان آیات و احادیث سے (جو مسئلہ دوم و سوم
کی ذیل مین بیان ہوئی ہین) غفلت و مخالفت۔
اس مقام مین اس امر کا بیان بہی ضروری ہے کہ عدل سے مراد اس حکم مین
نفقہ۔ نوبت۔ تقسیم اوقات۔ حسن معاشرت۔ ملاطفت۔ وغیرہ اختیاری
افعال مین مساوات ہے۔ دلی محبت اور اس کے نتیجہ کیفیت یا مقدار مباشرت
مین مساوات مراد نہین ہے۔
اس پر دلیل خدا تعالے کا یہ **قول** ہے کہ تم عورتون مین برابری (یعنے

ولن تستطیعوا ان تعدلوا بین
النساء ولو حرصتم فلا تمیلوا
کل المیل فتذروھا کالمعلقہ
وان تصلحوا وتتقوا فان اللہ کان
غفوراً رحیماً
(سورۃ نساء ع ۱۶)

ہر امر مباشرت۔ محبت وغیرہ مین)
ہرگز نہ کر سکو گے اگرچہ اسکی حرص کرو
پر ایسا بہی نہ کرنا کہ بالکل ہی ایک عورت
کی طرف جہک پڑو اور دوسری کو
ایسی چہوڑ رکہو جیسے ادہر مین لٹکتی ہو تم سنورتے
رہو گے (جہانتک کہ تمہارا اختیار ہو)

اور خدا سے ڈرتے رہوگے تو خدا (تمہارے غیر اختیاری نابرابری کو) معاف کرنے والا اور مہربان ہے۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فعل کہ آپ اپنے ازواج مطہرات میں حضرت عائشہ صدیقہ سے زیادہ محبت رکھتے اور اپنی آخری بیماری کے ایام حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر میں رہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حضرت عائشہ صدیقہ کو حضرت حفصہ سے زیادہ تر محبوب جناب نبوی کہا۔ جسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تسلیم کیا اور اسپر خوشی سے تبسم فرمایا۔ اس حدیث کو امام بخاری نے نقل کیا ہے اور اس سے یہ

ثم قلت یا رسول اللہ لو رأیتنی ودخلت علی حفصة فقلت لها لا تغرنك ان كانت جارتك اوضأ منك واحب الی النبی صلی اللہ تعالی علیه وسلم یرید عائشة فتبسم النبی صلی اللہ علیه وسلم (بخاری ص ۶۲۷)

مسئلہ استنباط کیا ہے کہ ایک بیوی سے دوسری کی نسبت زیادہ محبت رکھنا جائز ہے یہ حدیث بھی صحیح بخاری میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخری بیماری میں ازواج مطہرات سے پوچھتے کہ کل کو میں کہاں رہونگا جس سے آپکا مقصود یہ تھا کہ عائشہ کا دن ہو۔ ازواج نے آپ کی مرضی پاکر اجازت دی کہ جہاں آپ چاہیں وہاں رہیں تب آنحضرت نے عائشہ صدیقہ کے گھر میں رہنا پسند کیا

عن عائشة ان رسول اللہ كان يسأل في مرضه الذي مات فيه اين انا غدا اين انا غدا يريد يوم عائشة فاذن له ازواجه يكون حيث شاء فكان في بيت عائشة حتى مات (بخاری ص ۶۵۷)

اور وہیں انتقال فرمایا۔

یہی فعل میلان قلب و زیادہ حب) ہے جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب باری میں عذر کیا۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تقسیم میں عدل کرتے اور یہ فرماتے کہ اے خدا یہ تقسیم میری ان امور میں ہے جو میرے اختیار میں ہیں (یعنے نوبت نفقہ وغیرہ) پھر تو مجھے اس امر کی تقسیم میں جو تیرے اختیار میں ہے نہ میرے۔ برابری نہ کرنے کے سبب ملامت نہ کیو۔

> عن عائشة كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يقسم فيعدل فيقول اللهم هذا قسمي فيما أملك فلا تلمني فيما تملك ولا أملك
>
> (اصحاب السنن الاربعة وغيره)

اس حدیث کو ابن حبان و حاکم نے صحیح کہا ہے اور ترمذی وغیرہ کو گو اس کے موصول ہونے میں کلام ہے مگر وہ کلام ہمارے مدعا کو ضرر رسان نہیں ہے۔ ہمارا اعتماد اس باب میں بخاری کی حدیث پر ہے جس میں حضرت عائشہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زیادہ محبت رکھنا ثابت ہو۔ یہ حدیث صرف اس حدیث کی تائید و شہادت میں پیش کی گئی ہے۔ لہذا اس حدیث کی صحت میں کسی قسم کا کلام اگر کسی کو اعتماد ہو ہمارے مدعا کو توڑ نہیں سکتا۔ ایسا ہی جو اس حدیث کے معنے میں سوفت کو بعض ریفارمرون نے کلام کیا ہے کہ اس میں لفظ لا املک سے محبت دنہیں ہوسکتی وغیرہ وغیرہ وہ بھی ہمارے مدعا کا مصادم نہیں ہوسکتا کیونکہ بخاری کی حدیث میں محبت کی زیادتی پر تصریح ہے جسمین کسی تاویل و تسہیل کی گنجائش نہیں ہے۔

یہی معنے عدل کے (جو قول خداوندی اور فعل و قول نبوی سے ثابت ہیں) بحکم عقل و شہادت قانون قدرت اس حکم میں مراد ہوسکتے ہیں۔ اور دلی محبت اور اسکے نتیجہ میں مساواۃ کا مراد ہونا نہ بحکم عقل جائز ہے نہ بشہادت قانون قدرت ممکن

یا اختلاف مشاہدہ میں آتا ہے اور کسی نہ کسی کا وجدانی تجربہ رکھتا ہے کہ
ان چیزوں میں سے (عورتیں ہوں خواہ اولاد۔ یا گھوڑے یا گدھے وغیرہ) ایک کو
کسی صفت (صورت سیرت وغیرہ) میں دوسرے پر مزیت یا فوقیت ہو تو اس
دوسرے کی نسبت بطبع زیادہ تر مرغوب اور بیشتر محبوب ہوتی ہے۔ اور عقل
بھی اسی کو ترجیح دینا پسند کرتی ہے۔ اور ترجیح مرجوح کو جائز نہیں رکھتی۔
اور یہ امر بھی عموماً مشاہدہ میں آتا ہے کہ متعدد عورتیں جو ایک کے
نکاح میں آتی ہیں۔ سبھی جملہ صفات میں مساوی نہیں ہوتیں۔ صورت یا سیرت
یا شباب یا اخلاق یا عقل وغیرہ صفات میں متفاوت ہوتی ہیں۔
اس اصول عقلی وقدرتی اور اس امر واقعی (دونوں) کیطرف نظر کرنے
سے یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ کئی بیویوں کے خاوند کا خواہ وہ کیسا ہی بے نفس و
خدا ترس ہو) اپنی اس بیوی کی جانب جسمیں اسکی مطلوبہ صفات اتم و اکثر پائی
جاتی ہوں زیادہ میلان کرنا۔ اور اس کم صفات یا مفقود الاوصاف بیوی کی
کی نسبت شکر دوست رکھنا۔ ایک لازمی امر ہے۔ اور اس کا خلاف میلان و
محبت میں مساوات اسکی طاقت انسانی سے خارج ہے پھر کیونکر ممکن ہے کہ ایسی
مساوات ہو پھر واجب ہو اور خداوند تقدس وتعالے کہ جس نے اپنی کلام

پاک میں صاف فرمایا ہے کہ وہ کسی جی کو ایسے کام کرنے کی تکلیف نہیں	لا یکلف اللہ نفساً الا وسعہا (سورۂ بقرہ ع ۱۴)

دیتا جو اوس کی وسعت سے خارج ہو) حکم مذکور میں عدل سے ایسی ناممکن الوقوع
مساوات مراد ہو۔
یہی وجہ ہے کہ زمانہ نزول حکم مذکور سے اسوقت تک کے علمائے اسلام اس حکم کے
یہی معنے سمجھے ہیں جو ہمنے بیان کیے ہیں اور دلی محبت اور اسکے نتیجہ میں مساوات

کے معنی بجز اس وقت کے بعض ریفارمرون کے کسیکے خیال مین نہین آئے۔

امام رازی نے تفسیر کبیر مین (جس پر اسوقت کے ریفارمرون کا بڑا اعتقاد ہے)

فیہ قولان الاول لن تقدروا علی التسویۃ بینھن فی میل الطباع واذا لم تقدروا علیہ لم تکونوا مکلفین بہ۔ الثانی لا تستطیعون التسویۃ بین الاقوال والافعال۔ لان التفاوت فی الحب یوجب التفاوت فی نتائج الحب لان الفعل بدون الداعی او مع قیام الصارف محال۔ ثم قال فلا تمیلوا کل المیل والمعنی انکم لستم منھیین عن حصول التفاوت فی المیل القلبی لان ذلک خارج عن وسعکم ولکنکم منھیون عن اظھار ذلک التفاوت فی القول والفعل۔ روی الشافعی عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ کان یقسم ویقول ھذا قسمی فیما املک وانت اعلم بما لا املک

(تفسیر کبیر ص۲۴ جلد۳)

فرمایا ہے۔ کہ اس قول خداوندی کے کہ "تم عدل نہ کر سکو گے" معنے مین دو قول ہین۔ ایک یہ کہ میلان طبع مین برابری کی تم قدرت نہین رکھتے۔ لہذا اس میلان مین مساواۃ کی تمکو تکلیف نہین دی گئی **دوسرا** یہ کہ تم مین تمام افعال و اقوال مین مساواۃ کی طاقت نہین۔ کیونکہ محبت مین تفاوت اس کے نتائج (افعال و اقوال) مین تفاوت کی موجب ہوتی ہے۔ اور وہ فعل جسکا سبب موجود نہ ہو یا مانع موجود ہو وجود مین آنا محال ہے۔ پھر خداوند تعالے نے فرمایا کہ تم بالکل ہی جھک نہ پڑنا اسکے معنے یہ ہین کہ تم کو میلان طبع مین کمی بیشی سے منع نہین کیا گیا۔ کیونکہ اس سے بچنا تمہاری طاقت سے خارج ہے تمکو اس امر کی ممانعت ہے کہ اس تفاوت کا اپنے قول یا فعل سے اظہار کر دینے سونے بیٹھنے اٹھنے مین ایک ہی کے ہو رہو

امام شافعی نے نقل کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (نوبت نفقہ مین) تقسیم کرتے اور یہ فرماتے۔ اے خدا یہ میری ان امور مین تقسیم ہے جنکا مجھے اختیار ہے اور تو جانتا ہے جس کی تقسیم مین مساوات کا مجھے اختیار نہین ہے "

تفسیر بیضاوی مین ہے کہ اس قول خداوندی کی کہ تم پورا عدل ہرگز نہ کرسکو گے

لان العدل ان لا یقع میل البتة و هو متعذر و لذا کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقسم بین نسائه فیعدل و یقول هذا قسمی فیما املك فلا تاخذنی بما تملك ولا املك - فلا تمیلوا کل المیل بترك المستطاع والجور علی المرغوب عنها فان ما لا یدرك کله لا یترك کله -

(بیضاوی ...)

یہ وجہ ہے کہ پورا اور حقیقی عدل تو یہ ہے کہ کسی قسم کا میلان کسی عورت کیطرف نہ ہو۔ اور یہ امر محال ہے - یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ازواج مین (نوبت ونفقہ مین) تقسیم کرتے اور یہ فرماتے اے خدا یہ میری اس امر مین تقسیم ہے جسکا مین مالک ہون - پھر تو مجھے اس امر کی تقسیم مین مواخذہ نہ کیجیو جسکا مالک تو ہے مین نہین ہون - بالکل جھک پڑنا یہ ہے کہ جسقدر تقسیم ہوسکے وہ بھی ترک کردین اور جس کیطرف رغبت نہ ہو اوسپر ظلم کرین اسکے اسلیے منع کردیا ہے کہ جو چیز سب کی سب ہاتھ نہ آوے وہ سبھی چھوڑی نہین جاتی -

اسیاہی **معالم التنزیل** غیرہ تفاسیر مین ہے - اور اسکا خلاف ہمنے پرانی تفسیرون مین کہین نہین دیکھا - اسوقت کے دو ازرایل **ریفارمرون** نے اس شرط عدل کے بیان مین خامہ فرسائی کی ہے تو تحقیق وتدقیق کی راہ اختیار نہین فرمائی **ایک صاحب** نے تو تحقیق سے بالکل ہی کام نہین لیا اور ایک طولانی (اگر لاطائل) بحث سے بزعم خود یہ ثابت کیا ہے کہ عدل سے مراد اس حکم مین کل الوجوہ یکسان

طبع و محبت وغیرہ میں) مساوات مراد ہے اور معترض نے بھی تسلیم کر لیا ہے کہ اس معنے کر مساوات انسانی طاقت سے خارج ہے اس پر غور نہیں کیا اور نہ اس کے **سوال کا کچھ جواب** دیا کہ اس صورت میں خدا تعالیٰ کا تعدد ازدواج کی اجازت دینا (جو بعض تمدنی صورتوں اور خاص حالتوں میں آپ کے نزدیک بھی مسلم ہے) اور اس اجازت کو ایک ایسی شرط سے جو محال اور انسانی طاقت سے خارج ہے مشروط و مقید کرنا کیا معنے رکھتا ہے اور ایسی اجازت سے (جس کی شرط کا وجود محال ہو) فائدہ کیا نکلتا ہے۔

خدا حکیم کی شان کو یہ کب مناسب ہے کہ وہ ایک امر کی اجازت دے پھر اس کو ایک ایسی شرط سے جس کا وجود محال ہو مقید و مشروط کر دے۔ جیسے کوئی نادان کسی کو دریا میں کودنے کا حکم دے اور اس کے ساتھ یہ شرط لگا دے کہ وہ دامن تر نہ کرے

بحث عدل کے خاتمہ پر آپ کا یہ کہنا کہ تعدد ازدواج کی اجازت اس وقت ہے کہ حسب مقتضائے طبیعت شائق و ضروریات تمدنی کے عقل و اخلاق و تمدن اس کی اجازت دے اور خوف عدل باقی نہ رہے جس سے آپ کی مراد شاید یہ ہے کہ محل عدل باقی نہ رہے پہلی عورت مر جاوے یا بیکار ہو جاوے چنانچہ اس سے پیشتر اس پر اپنے تصریح کی ہے) اس سے وہ سوال اٹھ نہیں سکتا بلکہ اور پختہ ہوتا ہے کیونکہ اس میں صاف اعتراف پایا جاتا ہے کہ جب تک پہلی عورت موجود اور کارآمد ہو دوسری عورت کے ساتھ عدل ناممکن ہے پھر تعدد ازدواج کی اجازت کیا معنے رکھتی ہے

دوسرے صاحب اپنی تجویزی معنے عدل پر اس سوال کا وارد ہونا سمجھ گئے ہیں اور وہ اس سے بچنے کے لیے یہ مسلک اختیار کیے ہیں۔ کہ یہ آیت جس میں عدل کی قید لگائی گئی ہے از قسم نہی ہے نہ از قسم امر یعنے اس سے مقصود تعدد نکاح سے روکنا ہے نہ اوس کی اجازت دینا

آپ فرماتے ہین "آیت تحلیل تعدد ازدواج (شاید یہ لفظ ہوے سے آپکی قلم سے نکل گیا ہے) آپ اپنے اصل مقصود کو پیش نظر رکہتے تو اس آیت کو آیۂ تحریم تعدد ازدواج کہتے کیونکہ پہلی جزو سے اذن مطلق مفہوم ہوتا ہے مگر دوسرا جزو پہلی جزو کی مشروط وقع ہے اور فرائض ضروری کے قبیل سے ہے - پس جو شخص جزو ثانی اور اسکے لوازم کی تعمیل نہ کرے تو بمفاد اذا فات الشرط فات المشروط - اوس نے یہ فعل یقیناً خلاف اسلام کیا - اور خدا تعالے کا گنہگار ٹھیرا - پس بہ حیثیت حکم تعدد ازدواج کو از قبیل نواہی سمجھا چاہیے نہ از قبیل اوامر" اس سے تو ہم پہلا فرق بتا چکے ہین کہ بحسب آیت سے اذن مفہوم ہوتا ہے فی الواقع اس آیت سے انتفا تعدد کا کالعدم ہونا ہی لازم آتا اس تقدیر و تقریر پر بیشک وہ سوال تو وارد نہین ہوتا مگر اس سے بڑھکر اور سخت ایک یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ اس صورت مین تعدد ازدواج کو صاف اور صریح الفاظ - اور کہلے پیرایہ مین حرام و ممنوع کہنا مناسب تہا جسکو قرآن کی مخاطبین سے کس و ناکس جو اس تعدد ازدواج مین مبتلا تہی (حضرت عرب کے اونٹ بکریان چرانیوالے) بخوبی سمجھ سکتے نہ ایسے لفظ سے جس کے معنی مراد کو بجز آپ دو صاحبون کے آجتک کسی نے نہین سمجہا - اور ایسے پیرایہ مین جسکو آپ دو مین سے بہی صرف ایک صاحب نے سمجہا ہے -

خدا تعالے حکیم اور ہادی ہے اور قرآن فصاحت و بلاغت مین معجزہ ہے پہر کیا خدا کی ہدایت و حکمت اور قرآن کی فصاحت و بلاغت کا یہی مقتضا ہے کہ ان کا مطلب تو تحریم تعدد ازدواج ہو مگر اس مطلب کو وہ اس قسم کی صریح پیرایہ مین کہ تم پر ایک عورت سے زائد حرام ہین یا تم کو ایک وقت مین دو عورتون کا نکاح مین رکہنا جائز نہین ہے ادا نہ کرین بلکہ ایسے پیرایہ مین کہ اس تحریم کی ضد تحلیل ازدواج کو ایک ایسی شرط (عدل) سے مشروط و مقید دیں جسکا محال ہونا

مخاطبین سے بجز دو شخصوں کے کسی کے خیال میں نہ آئے سبھی اسکو جائز الوقوع اور ممکن سمجھیں۔ وبنائے علیہ وہ اس بیان سے تعدد نکاح کا جواز استنباط کریں۔ (چنانچہ ایسا ہی وقوع میں آیا ہے عام مسلمانوں نے اس آیۃ کو جو آپ کے نزدیک دلیل تحریم اور از قبیل نواہی ہے دلیل تحلیل تعدد ازواج اور از قسم اوامر سمجھ لیا۔

اس پیرایہ بیان سے اگر اس سے مقصود خداوندی تحریم تعدد ازواج قرار دیا جائے (خدا کی ہدایت اور حکمت اور قرآن کی فصاحت و بلاغت کو بٹہ لگتا ہے جس سے خدائے مقدس اور اسکا کلام پاک و منزہ ہے

دوسرا اعتراض یہ کہ اس صورت میں جواز تعدد نکاح پر جسکو آپ لوگوں نے بعض خاص حالتوں میں مسلم رکھا ہے[*] – آپ لوگوں کے ہاتھ میں کوئی شرعی دلیل نہیں رہی – قرآن میں صرف یہی ایک آیۃ ہی جس سے تعدد ازواج کا جواز بشروط ثابت ہوسکتا ہے اور اسکو آپنے دلیل حرمت ٹھہرایا ہے – اور احادیث نبویہ پر جواب میں میں آپ لوگوں کا اعتماد نہیں ہے – ہیے تو ان میں آپ کے شروط جواز کی تفسیر نہیں ہے **لہذا** وہ آپ لوگوں کے مدعا کی دلیل نہیں ہوسکتیں – پھر آپ لوگوں کے ہاتھ میں نقلی دلیل جواز تعدد نکاح کونسی ہے ؟

[*] اصل عبارت جناب یہ ہے – "یہ بات ناظرین کے ذہن نشین رہے کہ تعدد ازدواج مصالح وقت پر موقوف ہے بعض زمانوں میں اور بعض حالات مخصوصہ تمدن میں یہ رسم عورتوں کو فاقہ کشی اور ہلاکت سے بچانے کے لیے ضروری ولابدی ہو جاتا ہے یہ ایک امر واقعی ہے – لہذا اس سے چشم پوشی نہیں ہوسکتی۔"

اس تحقیق و تدقیق سے ثابت ہوا۔ کہ عدل سے مراد اس حکم مین ظاہری اور اختیاری امور (نوبت ونفقہ) مین مساوات ہے نہ باطنی و غیر اختیاری امور (محبت دلی وشغل خاص) مین مساوات ۔ اور اس مراد کے ساتھہ یہ حکم سوم عقل وقانون قدرت وانسانی طبیعت کے عین مطابق ہے بعد ان ضرورتون کی نظر سے جو تعدد نکاح کے لیے بیان ہوئی ہین یہ تعدد نہ صرف جائز بلکہ لازم ہے۔

ان مسائل واحکام ثلثہ کو قید قلم مین لانے کے بعد ہمنے امۃ محمدیہ کے ایک روحانی حکیم حضرت **شاہ ولی الله** دہلوی قدس سرہ کی کتاب **حجۃ الله البالغہ** (جو واقعی اسم بامسمے ہے) ملاحظہ کیا تو اس مین بہی اپنی تفصیل کا اجمال پایا۔ اور اس توارد و توافق پر خدائے تعالے کا شکر ادا کیا۔ اس مقام مین **اس کتاب** کی عبارت کا نقل کردینا ضروری ہے کیونکہ ہم کو اپنے بعض خصوصاً (عیسئی بہائیون اہلحدیث سے جو اپنے تئین مجتہد بانیم ملا ہین) اندیشہ ہے کہ وہ ہم کو بیان شروط تعدد نکاح مین متفرد قرار دیگر اور اس سے یہ نتیجہ نکال لین گے کہ ہمنے تعدد نکاح کو شروط لگا کر مٹادیا یا بہت محدود کر دیا ہے۔

اب بہی وہ ہمپر یہ الزام لگانا چاہین تو پہلے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کا کلام بلاغت نظام کسی سے پڑہوا کر سن لین اسکے بعد جو کہنا ہو سو کہین **حضرت** ممدوح فرماتے ہین منجملہ ان امور کے جن سے ناجائز عورتون کے نکاح کی حرمت ثابت ہوتی ہے

ومنھا العدد الذی لا یمکن الاحسان الیہ فی العشرۃ الزوجیۃ فان الناس کثیرا ما یرغبون فی جمال النساء ویتزوجون منھن ذوات عدد ولیسنا ثرون منھا حظیتہ ن	ایک وہ تعداد ہے جسمین معاشرت مین خوبی نا ممکن ہے۔ کیونکہ اکثر لوگ عورتون کی خوبصورتی مین راغب ہوتے ہین اور کئی عورتون سے نکاح کر لیتے ہین پہر ان مین سے اس عورت کو جس سے انکو

لئلا يكون الأخرى كالمعلقة لا هي
مزوجة حظية تقر عينها ولا هي
أيم يكون أمرها بيدها ولا يمكن
أن يضيق في ذلك كل تضييق فإن
من الناس لا يحصنه فرج واحد و
أعظم المقاصد التناسل والرجل
يكفي بتلقيح عدد كثير من النساء
وأيضًا فالإكثار من النساء شيمة
الرجال وربما يحصل به المباهاة
فقدر الشارع بأربع وذلك أن
الأربع عدد يمكن لصاحبه
أن يرجع إلى كل واحدة
بعد ثلث ليال وما دون ليلة لا
يفيد فائدة القسم ولا يقال في ذلك
بات عندها وثلث أول حد كثرة
وما فوقها زيادة الكثرة وكان للنبي
صلى الله عليه وسلم أن ينكح ما شاء
وذلك لأن ضبط هذا الحد إنما
هو لدفع مفسدة غالبية دائرة
على مظنة لا لدفع مفسدة عينية
حقيقية والنبي صلى الله عليه وسلم

حظ حاصل ہوتا ہے سنبھال بیٹھتی ہیں اور
دوسری یہ کہ ادھر بیچ چھوڑ رکھتے ہیں
ہیں نہ تو وہ شوہر والی ہوتی ہیں جس سے
ان کی آنکھ کو ٹھنڈک پہنچے اور نہ رانڈ
کہلاتی ہیں کہ وہ اپنا نکاح دوسرے
سے کرلیں اسباب میں یہ بھی ممکن
نہیں ہے کہ ہر ایک کو ایک ہی جورو
رکھنے کے حکم دیں۔ اور اس دائرہ
کو ہر طرح سے تنگ کردیں۔ کیوں کہ
بہت لوگ ایسے زبردست و توانا ہیں
جنکی دفع ضرورت بشری کے لیے ایک
عورت کافی نہیں ہوتی۔ اور نیز نکاح کے
بڑے مقاصد (اغراض) سے نسل
بڑھانا ہی ہے۔ اور ایک مرد کئی عورتوں
سے نسل لینے کے لیے کافی ہوتا ہے۔
عورتوں کی کثرت مردوں کی ایک طبعی
صفت بھی ہے مگر اس میں کبھی انسان
حد تفاخر کو پہنچ جاتا ہے (جو بلحاظ اخلاق
مذموم ہے) اسلیے بانی اسلام نے اس
کثرت کی حد چار عورتوں سے مقرر کردی ہے
اوسکی وجہ (ایک یہ) ہے کہ کثیر الازواج

قد عرف المئنة فلا حاجة له فى المظنة وهو مامون فى طاعة الله وامتثال امره دون سائر الناس۔
حجۃ اللہ البالغہ ص ۳۲

مرد تیسری شب کے بعد تو ایک عورت کے پاس شب باشی کرے۔ سالم رات سے کم میں تقسیم کا کچھ فائدہ نہیں ہوتا اس صورت میں یہ نہیں کہا جاتا کہ وہ کسی عورت کے پاس رات رہا۔ تین کا عدد کثرت کی پہلی حد ہے اور اس سے اوپر اجزاء ایک ہوکر کثرت میں زیادتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اختیار تھا کہ جسقدر چاہیں نکاح کریں اسکی وجہ یہ ہے کہ عدد کا مقرر کرنا مفاسد (ظلم و عدم مساوات یا اور مفاسد جو عورتوں کی جانب سے ہوں) کو روکنے کے لیے ہے جنکا وقوع غالباً مظنون و محتمل ہوتا ہے نہ ایسے مفاسد کو روکنے کے لیے جو ہر ایک محل میں درم نقد اور یقیناً موجود ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو چونکہ ظاہری اپنے حالات و علامات کا علم تھا۔ اس لیے آپ کو اپنے معاملہ میں ظن و احتمال پر اعتماد کی ضرورت نہ تھی وہ خدا کی اطاعت اور امتثال حکم میں مامون تھے اور لوگ اسمیں مامون نہ تھے لہٰذا انکے لیے بنا بر ظن و احتمال مفاسد سے ایک روک ضروری تھی۔ نہ آپ کے لیے

اس کلام میں حضرت شاہ صاحب کے ہمارے بیان کی پوری تائید ہے اور علاوہ بریں ان اعتراضات کے جواب بھی موجود ہیں جو مخالفین اسلام اس حکم سوم پر وارد کرتے ہیں از انجملہ ایک یہ اعتراض کہ اگر تعدد نکاح کی اجازت ایک عورت سے اغراض نکاح پورے نہ ہونے کی وجہ سے ہے۔ تو پھر اس تعدد کا انحصار چار عورتوں میں کیوں ہوا۔ جس شخص کے اغراض چار عورتوں سے پورے نہ ہوں اسکو پانچ عورتوں سے نکاح کی اجازت کیوں نہیں ہے۔

دوسرا اعتراض یہ ہے اگر چہ یہ عدد کوئی معنے در وجہ انحصار رکھتا

ہے - تو پیغمبر اسلام نے چار سے زیادہ عورتون سے کیون نکاح کیا حضرت شاہ صاحب نے ان اعتراضات کے جو جواب دیے ہین وہ کسیقدر تفصیل و زیادت طلب ہین ہم اس تفصیل و زیادت کے ساتھہ ان جوابات کی تقریر کرتے ہین -

پہلے اعتراض کا جواب

مردون مین بہت سے لوگ ایسے ضعیف الجسم والقوے ہین کہ وہ ایک عورت کے لائق بھی نہین ہوتے - ان لوگون کے لیے اللہ تعالے نے ایک عورت کی بھی اجازت نہین دی (چنانچہ مسئلہ اول مین بیان ہوا ہے) اور بہت ایسے ہین جو صرف ایک عورت کو نباہ سکتے ہین ان کے لیے ایک ہی عورت منصبت ہے (جیسا کہ حکم سوم سے ثابت ہے) بعض کمتر ایسے ہین جو ایک عورت سے اپنی اغراض کو پورا نہین کر سکتے - ان کے لیے حصر کی وجہ یہ ہے کہ نکاح کی غرضین (جیسا کہ اوپر بیان ہوا ہے) دو ہین - حفظ شخص (۱) حفظ نوع (۲) - دوسری غرض کا ایک عورت سے کسی شخص کو حاصل نہ ہونا (یعنی اسی سے مطلق اولاد - یا اولاد نرینہ کا پیدا نہ ہونا) کس وقت کس کو معلوم ہو سکتا ہے - اور سبب گمان یا ظن کہ اولاد نہ ہونے کا سبب اوسی کی ذات مین موجود ہے - نا وقتیکہ متعدد محلون مین اسکا امتحان نہو ہو نہین سکتا - لہذا ایک عورت سے اوسکی اولاد نہ ہو تو دوسرے نکاح کی دوسری سے بھی نہ ہو تو تیسری کی تیسری سے بھی نہ ہو تو چوتھی کی اجازت اس کے لیے صریح انصاف ہے چار سے اوپر باوجود پیدا نہ ہونے اس غرض کے اسلیے اجازت نہین دی گئی - کہ اس عدد کے بعد یہ یقین یا غلبہ ظن پیدا ہوتا ہے - کہ یہان جو قصور ہے میان ہی کی طرف سے ہے - بیبیان بے قصور ہین - میان کے نطفہ مین تولید کی قوت نہین ہے - پھر تو ایسی مغلوب

ہے جبکہ محل کی قوت غلبہ رکھتی ہے۔ اس لیے اولاد نرینہ نہیں ہوتی ہو تو عزبہ نہیں ہوتی اس نطفہ سے پانچوین
یا چھٹی محل مین بھی اسی نتیجہ کی امید ہے۔ اسمین داخلی یا خارجی اسباب سے وہ قوت پیدا ہوگی۔ تو
موجودہ محلون سے ہی وہ غرض پوری ہوجائیگی۔ پس یقین یا غلبہ ظن کے حصول کی وجہ یہ
ہے کہ تین کثرت کی اول حد ہے اور چوتھی کی اجازت سے اس کثرت پر بھی زیادتی ہوئی۔
چہارم محل مین بھی اس نطفہ کی بیکاری ثابت ہوئی تو آیندہ کسی اور محل مین اس کے امتحان
کی ضرورت باقی نہ رہے ممتحن اور حاکم کا حق تو یہ ہے کہ جو شخص تین دفعہ کسی امتحان مین فیل ہو
جاوے یا تین دفعہ کوئی خطا کرے وہ پھر اس امتحان مین شامل نہ کیا جاوے اور اسکی خطا معاف
نہ ہو مگر شارع اسلام رحیم وکریم ممتحن و حاکم ہے اس لیے تین دفعہ کے فیل شدہ امیدوار کو اس
کے حق سے بڑھکر ایک دفعہ اور بھی امتحان دینے کا اختیار دیا اس مین بھی وہ فیل ہوا
تو اسکو کوئی عذر وسوال کا موقع نہ رہا علاوہ برین چار سے زیادہ عورتون کی اجازت
دینے مین عموماً عورتون کی حق تلفی کا بھی خوف ہے۔ اور اس شخص کے محل تہمت ہونے
کا اندیشہ ہے جسکا بیان بحث متعلق غرض اول مین عنقریب آتا ہے۔
پہلی غرض کا ایک عورت سے پورا نہ ہونا محل اشتباہ اور مظنہ کذب و تہمت ہے کیونکہ ممکن ہے کہ ایک شخص اپنی
حاجت ایک ہی عورت سے پوری کرسکتا ہو۔ اور پردہ صرف حسن پرستی اور نفس پروری سے متعدد
نکاح کرنا چاہتا ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ اسکی حاجت ایک عورت سے پوری نہ ہوتی ہو لہذا اس غرض
کے طالبون کے لیے ایک ایسی تحدید نہایت ضروری تھی جس سے شہوت پرستی تو بڑھ نہ سکے اور
حاجت مند کو تنگی نہ پہنچے اس تحدید کے لیے بھی وہی چار کا عدد اسی وجہ سے اختیار کیا
گیا کہ تین کثرت کی اول حد ہے اور چوتھی اوس پر زیادت ہے جسکے بعد جھوٹے اور حیلہ ساز کو
سوال کی جگہ نہیں رہتی اور سچے حاجتمند کی حاجت بھی اس عدد سے کافی طور پر پوری ہوسکتی ہے۔
پھر اگرچہ عموماً عورتون سے قوی جسمانی و شہوانی مین بڑھکر ہوتے ہین اور اسی پر تعدد
نکاح کے جواز کی بنا ہے۔ مگر یہ زیادت عموماً ایسا پر گونہ سے زائد نہیں ہوتی بلکہ

* یہ بات تجربہ طبی اور دلیل عقلی سے ثابت ہے کہ اولاد کا نرینہ ہونا مرد کی منی کے غلبہ قوت پر موقوف ہے۔ رحم کی رطوبت یا بیضون کو رحم نطفہ مرد کے ساتھ ملکر ایسی جزو جنین بنتی ہے جیسے تخم زراعت کے ساتھ ملکر اجزاء زمین جزو زراعت کو اسکو ڈاکٹر منی کہتے ہیں غلبہ ہوگا تو اولاد نرینہ ہوگی ایسا ہی ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے چنانچہ صحیح مسلم میں ہے اذا علا منی الرجل منی المرأة اذکرا باذن اللہ واذا علا منی المرأة منی الرجل آنثا باذن اللہ —

ہم اکثری تجربہ و مشاہدہ کے بھروسہ پر کہہ سکتے ہین کہ چار گونہ نسبت ا
حد ہے ۔ ہمارا یہ دعوی نہین ہے کہ ہر ایک قوی مرد ہر ایک ضعیف
نسبت رکھتا ہے جسکے مقابلہ مین کوئی یہ دعوی پیش کرے کہ بعض عورتون
حصہ زیادہ قوت رکھتی ہین ہمارا دعوی صرف یہ ہے کہ دونو جانب
کا ظاہر ہو تو اس نسبت سے بڑھ کر زیادت نہ نکلیگی و بنا بر علیہ ایسا مرد ہ
جس کو قوت شہوانی صرف کرنے کے لیے ایک وقت مین کو
کافی نہ ہون*۔

قوی سے قوی مرد نکاح کرنا چاہے تو اس حکم شریعت کے مطابق جب
عورت کو اچھی طرح دیکھہ کر قوی و توانا اور اپنے جوڑ کے موافق
اس عورت کو حمل و رضاعت وغیرہ خارجی و داخلی اسباب
اوس کی تحمل کے لائق نہ رہنے دین تو پھر پہلی سے بڑھکر دوسری
سے نکاح کرے ۔ وہ بھی اس کے متحمل نہ ہو سکے تو پھر اس سے بڑھ کر
علی ہذا القیاس چوتھی تک جب وہ اس کوشش و تگ و دو کے ساتھ کثرت

* بہتری سلاطین اسلام نے (جنکو ننگ اسلام کہا جائے تو بجا ہے
جو صدہا عورتین گھیر رکھین تھین اسکی وجہ یہ نہ تھی کہ چار عورتیں
لیے کافی نہ تھین ۔ بلکہ اسکی وجہ صرف یہ ہے کہ وہ اسلامی
اصول کی پابندی سے بھی خارج ہو گئے تھے ۔ اور حیوانات کی طرح جب
کرتے اس سے جنبت ہو جاتے پھر اسکو حرم سرا میں داخل کرکے دوسری
کی طرف متوجہ ہوتے اسیطرح گلہ جمع ہو جاتا تھا غیرون کے کام آ
سیرت انسان صورت افراد کا فعل اسلامی قواعد پر اعتراض
نہین ہو سکتا ۔

متحیر ہو جائے گی۔ اور جو چار کا شوہر کہلائے گا تو غالباً اس کا کام بھی تمام ہو جائے گا۔ اور اگر کوئی ایسا ہی چھپا رستم نکل آئے جو چار قوی و توانا عورتون کا کام تمام کرکے بھی خود تازہ دم رہے تو اسکی حاجت روائی کے لیے پانچوین یا چھٹی عورت سے اجازت دینے کی نسبت کم مضرت و سہل العمل یہ تدبیر ہے۔ کہ وہ پہلی چار اسامیون کو یکے بعد دیگرے یا یکبارگی جیسے ضرورت و موقع ہو طلاق دیکر کر دالے اور ان کی جگہہ چار اور یکے بعد دیگرے یا یکبارگی بھرتی کرلے۔ انکو بھی وہ چھپا رستم تھکا دے تو ان کو چھوڑکر چار اور کرلے وعلیٰ ہذا القیاس۔

ایسے شخص مفروض الوجود والصفات کو چار کی موجودگی مین پانچوین کی اجازت دیجائے تو اس مین گو اس خاص شخص کے لیے کوئی نقصان نہین بلکہ فائدہ ہے مگر اس سے ضرر عام کا اندیشہ ہے اس سے وہ حصر (جو بنظر اکثر اشخاص کافی و مناسب ہے) ٹوٹ جائے گا۔ اور دینداروں بدمعاشون و عیاشون کو ایک حیلہ و بہانہ ہاتھ آجائے گا۔ وہ بہت سی عورتون کو گھیر لینگے اور مخلوق خدا کی حق تلفی کرینگے۔

چار کی تحدید و حصر مین عورتون کی محافظت حق کا بھی لحاظ اور یہ مقصود ہے کہ ایک عورت کو جو کثیر الازواج کے نکاح مین ہون۔ کم سے کم تین دن کے بعد تو باری کی باری تقسیم مین آوے جب سے اسکو سیر چشمی و طمانیت دلی حاصل ہو اور بلا انتظار سے نجات ہو ایک ہی شب مین کوئی سب عورتون سے بھگت لے تو اس سے کسی کی طمانیت نہ ہوگی۔ اور یہ بات نہ کہی جا سکے گی کہ وہ شخص کسی عورت کے پاس شب باش ہوا۔

دوسرے اعتراض کا جواب

تقریر جواب اعتراض اول سے ثابت ہو چکا ہے کہ تعدد نکاح سے روکنے اور اسکے لیے چار کی حد مقرر کرنے کی بنا صرف ظلم پر ہے۔ پہلی غرض سے تعدد نکاح کا کوئی طالب ہو

* دیندار انکو انکے دعوی کے بموجب کہا گیا ہے۔ اور حقیقت مین وہ بدمعاش ہین۔

تو چار عورتوں کے بعد اس شخص کی نسبت یہ ظن پیدا ہوتا ہے کہ اولاد نہ ہونے کا سبب اوسی کی ذات میں موجود ہے۔ عورتوں کا اس میں قصور نہیں ہے۔

دوسری غرض یعنی طالب تعدد کی نسبت یہ ظن پیدا ہوتا ہے کہ وہ چار عورتوں سے غرض دوم حاصل نہ ہونے کے دنیا میں جھونکتا ہے اور انہیں زیادتی صرف شہوت پرستی اور نفس پروری کے لیے چاہتا ہے اور ہر ایک پر یہ ظن تو عموماً ہو سکتا ہے کہ کثرت ازواج کی حالت میں وہ عورتوں کی حق تلفی کرے گا۔ اور ان میں عدل نہ کر سکے گا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ ان ظنون اور برے گمانوں سے پاک و مبرا تھے اور اپنا حال وہ یقیناً جانتے تھے اور بے اعتدالی کے خوف سے مطمئن تھے لہذا آپ کے لیے وہ تحدید جو صرف مظنہ پر مبنی تھی) ضروری نہ تھی

+ حضرت شاہ صاحب کی یہ رائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے عورتوں کی تحدید نہ تھی بعض صحابہ و تابعین کی رائے ہے بعض اور صحابہ و تابعین اس رای کے مخالف ہیں ان کی رائے یہ ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ان نو ازواج کے بعد دوسری عورت کو نکاح میں لاتے یا ان میں سے کسیکو طلاق دیکر اوس کے بدلے دوسری عورت سے نکاح کرنے کی اجازت نہ تھی اور وہ آیہ

| ولا یحل لک النساء من بعد ولا ان تبدل بھن من ازواج ولو اعجبک حسنھن (احزاب ۵۲) ای بعد ھولاء التسع زاد السعود |

قول خداوندی سے استدلال کرتے ہیں جو سورۂ احزاب میں ہے کہ اے نبی تجھے ان عورتوں کے سوا کوئی عورت نکاح میں لانا یا ان عورتوں کے بدلے دوسری عورت سے نکاح کرنا حلال نہیں ہے اگرچہ انکا حسن تجھے خوش لگے۔

اس رائے جمہور کی بنا پر اس تحدید کی وجہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کوئی بدظنی اور خوف حق تلفی نہیں ہے بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس تحدید

یہ **حضرت** شاہ صاحب کے جواب کی تقریر وتفصیل ہے - مگر یہہ جواب ان
ہی لوگون کے لیے طمانیت بخش ہے - جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی برحق مانکر
ان ظنون سے بری جانتے ہین - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالف اور
دین اسلام سے منکر اس جواب کو تسلیم نہ کرین گے ان کے لیے ہم آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم کے تاریخی حالات متعلقہ نکاح کی تفصیل کرتے ہین - جسکو نظر انصاف
سے دیکہکر مخالف ومنکر کو بہی (اگر وہ عناد سے مبرا ہو) یقین ہو سکے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم واقعی ان ظنون سے مبرا تہے اور خوف زید وگمان (شہوت
پرستی - نفس پروری - حق تلفی دنیا الضائع) کے محل نہ تہے -

یہ امر **مخالفین** ومعترضین کے نزدیک بہی مسلم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و

مین آپ اپنی امت کے لیے ایک عمدہ نمونہ نہین اور آپ کے حکم وقول وفعل پر مخالفت
فعل کا اعتراض نہ ہو - اس رائے کے موجب آپ کے لیے
اس تحدید مین ویسی ہی تشدید ہے جو امت کے لیے چار کی تحدید مین ہے
بلکہ آپ پر اس تحدید مین بڑہکر تشدید پائی جاتی ہے - امت کو تو ہمیشہ کے
لیے اختیار ہے کہ چار کی حد تک جتنی عورتون کو چاہین نکاح مین لا دین -
پہلی چار بیکار ہو جائین یا موافق مقصود نہ ہین تو ان کی جگہہ چار اور نکاح
مین لے لین - اسیطرح اور چار وعلی ہذا القیاس بیسون عورتون سے نفع اٹہائین
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے یہ سخت تحدید ہوئی کہ بس ان ہی نو عورتون
پر (جنمین اکثر بڑہیا تہین - اور صاحب اولاد نہین تہین) صبر کرین ان مین سے
کوئی مر جائے خواہ کیسی ہی بکار وہ زکمی حالت کو پہنچ جائے اسکی جگہہ بہی دوسری کو
(خواہ وہ آپکو بالفرض خوبصورت معلوم ہو) نکاح مین نہ لائین - اس تحدید کی وجہ ہو
تو اس ترک (التحدید) اور پہلی رائے (عدم تحدید) مین معنوی کے نظر سے مخالفت نہین رہتی گو صورتمین مخالفت ہے

خديجة بنت خويلد وهي اول من
تزوجها صلى الله عليه وسلم ولها يومئذ
من العمر اربعون سنة وكان له صلى
الله عليه وسلم خمس وعشرون ثم لم ينكح
النبي صلى الله عليه وسلم عليها امرأة
حتى ماتت (زاد المعاد ص۲۷ ج۱ وجامع الاصول)
توفيت على الصحيح بعد النبوة
بعشر سنين فاقامت معه صلى الله
عليه وسلم خمسا وعشرين سنة
(قسطلانی ص۱۵۶ جلد ۶)
وفي العاشرة من النبوة توفيت
خديجة وهي بنت خمس وستين سنة
(مجمع البحار) ثم تزوج بعد وفاتها
بايام سودة بنت زمعة القرشية
ثم تزوج بعدها الصديقة بنت
الصديق عائشة ولم يتزوج بكرا
غيرها (زاد ص۲۶ مجمع ص۴۳۴)

سلم نے عنفوان شباب سے پچاس سال
تک صرف ایک بیوی حضرت خدیجہ پر
جنکی عمر بوقت نکاح چالیس سال کی
تھی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ و
سلم کی عمر اسوقت پچیس برس کی)
اکتفا کیا اور اپنی جوانی کے پچیس سال
اسی (بزرگ اور صالحہ) بڑھیا کے
ساتھ بسر کیے۔ وہ پینسٹھ سال
کی عمر کو پہنچکر فوت ہوئی تب آپنے
اور نکاح کیے جبکہ آپ کی عمر پچاس* سال
کی ہوگئی۔ اور یہ بھی ان کو تسلیم کرنا
پڑے گا کہ آپ کے ازواج مطہرات
سے کنواری صرف ایک بیوی (عائشہ
صدیقہ) تھی باقی سب رانڈ بیوہ تھیں۔
جنمین بعض کی عمر بوقت نکاح تیس‡
سال سے اوپر اور بعض کی پچاس سے
اوپر تھی۔ اور ان مین بعض عاجز و
بیکس تھین بعض ذو احب الرحم اور جانی دوستون کی اولاد بعض آپ کے
دشمنون اور مخالفین اسلام کی ذریات۔

اور اس امر کی تسلیم سے بھی انکو چارہ نہ ہوگا کہ اس زمانہ مین جبکہ آپ کے
نکاح مین نو عورتین موجود تھین اور اس سے پیشتر آپ کی عیش (کھانے پینے)

* دیکھو کتاب جان ڈیون پورٹ مسمی بہ عذر تقصیر بحضور محمد و قرآن مین وہ عبارت جو صفحہ ۱۴۲ مین منقول ہے۔
‡ جیسے ام حبیبہ و میمونہ۔

کا یہ حال تہا - کہ جو کی روٹی سے آپ نے دو روز اور گیہون کی روٹی سے تین روز متواتر پیٹ بہر کہانا نہین کہایا - اور مہینون آپ کے دولت خانہ مین چولہا گرم نہین ہوا - صرف پانی پر گذارا رہا - کسی شب آپ کے حرم سرا مین چراغ نہ جلتا ٹاٹ یا دعوڑی کا جس مین پوست خرما بہرا ہوا تہا آپ کا بستر ہوتا جس لباس مین آپ اس جہان سے رخصت ہوئے تھے وہ پیوندون سے تو برتو تہا آپ فوت ہوئے ہین تو آپ کی زرہ دو من غلہ جو کے بدلے ایک یہودی کے پاس گرو تہی - فروتنی ونفس کشی کا یہ عالم تہا کہ اپنے گہر کے کام آپ بذات خود کرتے اپنے میلے کپڑے اپنے ہاتہ سے دہوتے اپنا کپڑا جوتا آپ خود سیتے اپنی بکری آپ دوہتے وعلی ہذا القیاس اور بے نفسی کے امور مین جنکو غیر مذہب کے مصنفون نے بہی تسلیم کیا ہے* اور یہ سب کچہ اسوقت مین ہوا تہا جب کہ عرب ویمن وشام کا ملک آپ کے زیر سلطنت وحکومت ہو چکا تہا روپیہ اشرفی سب کچہ میسر آتا تہا - مگر جو آتا راہ مولے مین صرف کیا جاتا نفس کا حصہ اسمین

عن عائشة ما شبع آل محمد من خبز الشعير يومين (مشکوة ص۴۳۳)

وعنها ما شبع آل محمد صلی الله علیه وسلم منذ قدم المدينة من طعام بر ثلث ليال تباعا حتی قبض (بخاری)

وعنها كنا ننظر الى الهلال في الشهرين وما اوقدت في ابيات رسول الله صلی الله علیه وسلم نار (بخاری ص۹۵۶)

وعنها في حديث صلوة الليل والبيوت يومئذ ليس فيها مصابيح (بخاری ص۳)

وعنها كان فراش رسول الله صلی الله علیه وسلم من ادم حشوها ليف (بخاری صفحه ۹۵۶) وعنها ما [illegible]

حفصة ما كان فراش رسول الله صلی الله علیه وسلم في بيتك. قالت مسحا

الخ (شمائل ترمذی ص۲۵) عن ابی هريرة قال

اخرجت الينا عائشة كساء ملبدا

* دیکہو سیل کا دیباچہ ترجمہ قرآن -

قالت فی هذا نزع روح النبی صلی الله
علیه وسلم بخاری ص ۳۴ توفی
النبی صلی الله علیه وسلم ودرعه مرهونة
عند یهودی بثلثین صاعاً (بخاری ص ۶۴)
کان رسول الله صلی الله علیه وسلم
فی مهنة اهله تعنی خدمة اهله (بخاری
صفحه) کان یفلی ثوبه ویحلب شاته
ویخدم نفسه (شمائل ترمذی ص ۲۷)
وربما یخیط ثوبه ویخصف نعله یرقع
دلوه (عینی شرح بخاری)
وفتح علیه فی حیاته صلی الله علیه
وسلم بلاد الحجاز والیمن وجمیع جزیرة
العرب وما دانی ذلک من الشام والعراق
وجابت الیه من اخماسها وجزیتها
وصدقاتها ما لا یجبی للملوک الا
بعضه وهادنه جماعة من ملوک
الاقالیم فما استاثر لنفسه منه ولا
امسک منه درهما بل صرفه مصارفه
واغنی به غیره وقوی به المسلمین
وقال ما یسرنی ان لی احدا ذهبا یبیت
عندی منه دینار الا دینارا ارصده

کچھ نہ ہوتا یا بہت تھوڑا ہوتا آپ کے ان
حالات اور آپ کے اکثر ازدواج کی
صفات (بیوگی - بیرانہ سالی - دریدگی
وغیرہ) اور آپ کے نکاح کے اوقات
وسنوات کی طرف بے تعصبی و
انصاف کے ساتھ نظر کرنے سے مخالف
سے مخالف بھی تجزیہ نہیں کرسکتا -
کہ آپ کا تکثر و تعدد نکاح شہوت پرستی
ونفس پروری کی غرض سے تھا - شہوانی
ونفسانی غرض سے یہ تکثر ہوتا تو اُسکا
موقع بحکم سے نشاط عمر باشد تا بسی سالے
چو چہل آمد فرو ریزد پر و بال ٭ چالیس
سال عمر سے پہلا زمانہ تھا اور اسکا
غرض کا حصول بھی آپ کے لیے
سہل و آسان تھا - کیونکہ آپ اپنی قوم
میں صاحب حسب و نسب تھے اور
مکارم اخلاق میں ایسے مشہور و ممتاز
کہ اپنی قوم سے "عادل" - "امین" "ثمال
الیتامی" (یتیموں کی پناہ) "عصمة الارامل"
(رانڈوں کے محافظ) وغیرہ القاب[*] حاصل
کر چکے تھے - آپ نفسانی اغراض کبھی

[*] نبوت سے پیشتر آپ اپنی قوم میں عادل کہلاتے - اور انکی خصومت کا فیصلہ (بائبل صفحہ ۱۷)

لدیہ دانتہ دنانیر مرۃ فقسمہا و بقیت منہا بقیۃ فدفعہا لبعض نسائہ فلم یاخذہ نوم حتی قام و قسمہا وقال الآن استرحت ومات ودرعہ مرہونۃ فی نفقۃ عیالہ (شفا صـ۴۲)

اور ان اغراض سے عیش چاہتے تو عالم شباب میں رسم و رواج قوم کے مطابق بہت سی عورتیں نکاح میں لا سکتے تھے جو بھی جوان اور باکرہ جو نفسانی اغراض کا اصلی محل ہیں۔

اسپر اگر مخالفین یہ اعتراض کریں کہ جوانی کے وقت آپ تنگ دست تھے۔ اسلیے اسوقت اور نکاح نہیں کر سکے تو اس کا **جواب** یہ ہے ایک دو جوان عورتوں کے نکاح پر کونسا مال کثیر صرف ہوتا تھا جس کے آپ متحمل نہ تھے اور اگر آپ ایسے ہی ہوتے تو یتیم و رانڈ عورتوں کی پرورش کر کے انکے مربی و کفیل کیونکر کہلاتے۔

اسکے ماسوا اگر بھی کوئی نہ مانے تو تھوڑی سی دیر کے لیے نصفت اختیار فرما کر یہی خیال کر لے کہ اس تکثر و تعدد ازواج پر باعث آپکے نفسانی اغراض ہوگئے تو جسوقت آپ صاحب سلطنت اور ملک عرب و یمن و شام کے مالک متصرف ہو گئے اور اس تعدد نکاح کے (جو مخالفین کا محل اعتراض ہے) مرتکب ہوئے تھے اسیوقت آپ جوان اور باکرہ عورتوں سے (جو عیش و نفسانی اغراض کا

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۶۷ فرماتے اہل مکہ نے کعبہ کو اپنے وقت میں نئے سرے بنایا تو پہلا پتھر آپ ہی کے مبارک ہاتھوں سے رکھوایا اور یہ کہا کہ یہ "امین" ہے ہم اس کے اس فیصلہ سے پتھر رکھنے میں خوش ہیں۔ ابو طالب نے آپ کی تعریف میں کئی اشعار کہے تھے جن میں آپکو "امین" "صادق" وغیرہ وغیرہ خطابوں سے یاد کیا ہے از آنجملہ ایک یہ شعر ہے

وابیض یستسقی الغمام بوجہہ ثمال الیتامی عصمۃ للارامل

اصلی محل ہین) نکاح کرتے ومع ہذا کہانے پینے پہننے کے وہ سامان عیش مہیا کرتے جنمین آپ کے ہمعصر سلاطین عیاش منہمک تہے - اس کے کیا معنے ہین کہ طالب تر نفسانی اغراض کے ہون اور نکاح تیس چالیس اور پچاس برس کی عورتون لیے رہین - اور پیٹ بہر کر کہانا نہ کہائین رات کو گہر مین چراغ نہ جلائین (جس سے بی بیون کی صورت دکہلائی دے) اور اسی قسم کے اور سامان رکہین جن سے عیش کی روح قبض ہو شاید بیان کوئی یہ سوال پیش کرے کہ اگر ان متعدد نکاحون سے نفسانی اغراض پیش نظر نہ تہے تو اور کیا اغراض تہے اسکا جواب یہ ہے - کہ آپکے اور آپ کے ازواج مطہرات کے ظاہر حالات و اوصاف کیطرف نظر کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان نکاحون پر آپ کو باعث آپ کی وہی - عالی صفات تہے جن کے سبب آپ "ثمال الیتامی" وعصمۃ الارامل وغیرہ خطاب پا چکے تہے - یعنے رانڈون اور ان کے یتیم بچون کی پرورش اور بیکس اور عاجزون کی تربیت اور یہ بہی اس مین مقصود تہا کہ اپنے جان نثار دوستون سے احسان و مواساۃ اور دشمنون سے تلطف و مدارات جس سے ان کے دلون مین آپ کی اور آپکے دین اسلام کی محبت پیدا ہو - اور اون کا بغض وعناد جو مخالف مذہب کے سبب سے تہا کم یا دور ہو چنانچہ ایسا ہی وقوع مین آیا اور ان نکاحون سے ان فواید کا بخوبی ظہور ہوا اور اسی قسم کے اور بہت سے فواید ان سے ظاہر ہوے ہین جن مین نفسانیت کو شبہ نہ تہا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس جہان فانی سے عالم جاودانی کیطرف رہگرا ہوے تو آپ کے یہ نو ازواج تہے سودہ - عائشہ - حفصہ - ام سلمہ - زینب بنت جحش

وتزوج بعد وفات خدیجہ سودۃ ثم عائشۃ ثم حفصۃ ثم ام سلمۃ ثم جویریۃ ثم زینب بنت جحش ثم زینب بنت خزیمۃ ثم ام حبیبۃ ثم صفیۃ ثم میمونۃ

ﷻ ھکذا فی الاصل ولعلہ سہو من الکاتب والصحیح ان تزوج جویریۃ ثم بعد تزوج زینب - ایڈیٹر

فمانت زینب بنت خزیمة توفی عن التسع البواقی الاخلاف (مجمع ۳۵۹)
وفی العاشرة من النبوة تزوج عائشة
وسودة (مجمع البحار صـ ۵۳)

جویریہ - ام حبیبہ - صفیہ - میمونہ
حضرت سودہ سے آپ کا نکاح نبوت کے دسوین سال ہوا - جسمین حضرت خدیجہ کا انتقال ہوا تہا - اسی سال حضرت عائشہ صدیقہ سے نکاح ہوا -

حضرت سودہ کے نکاح سے ایک بڑا مقصود یہ تہا کہ بنی عبد شمس سے جنکی اولاد

عبد بن زمعة بن قیس بن عبد الشمس
القرشی العامری اسلم یوم الفتح و
هو اخو سودة ام المومنین
(قسطلانی صـ۱ جلد ۱۲)

سے حضرت سودہ تہیں نسل اور اتحاد پیدا ہو اور وہ ان سے اسلام کی باعث ہو جو اخیر فتح مکہ کے دن ظہور میں آیا ہے اور عبد بن زمعہ حضرت سودہ رضی اللہ تعالی عنہا کا بہائی مشرف باسلام ہوا حضرت سودہ کا بیکس عیالدار ہونیکا ساتہ بیوہ ہوجانا ہی اس نکاح کا سبب تہا

حضرت عائشہ صدیقہ کے نکاح سے ایک بڑا مقصود یہ تہا کہ حضرت صدیق اکبر کے

قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان
الله بعثنی الیکم فقلتم کذبت وقال
ابو بکر صدقت وواسانی بنفسه وماله
(بخاری صفحہ ۵۱۷)
قال رسول الله صلی الله علیه وسلم
امن الناس علی فی صحبته وماله ابو بکر
(بخاری صـ ۵۱۶)

جانی ومالی خدمات کا کسیقدر مکافات ہو اور انکی لخت جگر کو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی اہلبیت ہونے کا شرف حاصل ہو جو انکی عزت ومکرمت کا بہی باعث ہو صدیق اکبر نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتہ جان ومال سے ایسی مواساۃ کی ہو جسکی نظیر اور کسی نے نہین دکہائی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مخاطب ہوکر فرمایا ہے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالے عنہ نے اسوقت میری رسالت کی تصدیق کی تہی جب تم نے تکذیب کی ہے ابو بکر نے جان ومال سے میری مواساۃ

* مدارج النبوة میں ہے کہ حضرت سودہ شروع زمانہ نبوة میں مشرف باسلام ہوئی تہین انکا خاوند سکران نامی بہی انکے ساتہ مسلمان ہوگیا پہر انہون نے ہجرت کی اور سکران نے حبشہ یا مکہ مین رحلت فرمائی تو آنحضرت نے انسے نکاح کرلیا -

قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ما لاحد عندنا ید الا کافیناه ما خلا ابا بکر فان له عندنا ید یکافئه الله یوم القیمة وما نفعنی مال احد قط ما نفعنی مال ابی بکر (ترمذی صـ ۲۲۲)

کی ہے - اور فرمایا تمام لوگوں سے بڑہکر میرا محسن میرے ساتھہ رہنے اور مال خرچ کرنے مین ابی بکر ہے - اور فرمایا جو احسان مجھپر لوگوں کے ہوئے ہین مین انکی مکافات کرچکا ہون بجز احسان ابوبکر رضی اللہ عنہ کے جنکی مکافات خدا تعالے قیامت کے دن کریگا - بقدر ابوبکر کے مال میرے کام آیا ہے کسیکا نہین آیا -

حضرت حفصہ کے نکاح سے (جو ہجرت کے تیسرے سال اور نبوت کے سولہوین

وفی الثالثة من الهجرة تزوج النبی صلی الله علیه وسلم حفصة بنت عمر فی شعبان وکانت تحت حبیش بن حذافه شهد بدرا توفی بالمدینة (مجمع صـ ۵۳۵) قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اللهم اعز الاسلام باحب الرجلین الیک بابی جهل وبعمر بن الخطاب (ترمذی صـ ۲۲۹) فاصبح عمر فغدا علی النبی صلی الله علیه وسلم فاسلم ثم صلی فی المسجد ظاهرا (مشکوة) قال ابن مسعود ما زلنا اعزة منذ اسلم عمر (مشکوة صـ ۵۵۸) قال رسول الله صلی الله علیه وسلم عرض علی

اور عمر شریف نبوی چھپن سال مین ہوا تھا) یہی ان کے باپ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ کا اعزاز واکرام منظور تہا - جس کے وہ اپنی ذاتی ومتعدی صفات کے سبب مستحق تہے - (از انجملہ اسلام کی نصرت واہل اسلام کی عزت جو آپ کے مشرف باسلام ہونے سے ہوئی تہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو علانیہ مسجد مین نماز پڑہنے کی جرأت ہوئی - واز انجملہ دین مین استقامت اور رای کی اصابت وغیرہ وغیرہ جنکا احادیث منقولہ حاشیہ مین ذکر ہے

عُمَرُ وعلیہ قمیص یجرہ - قالوا فما اولت ذلک یا رسول اللہ قال الدین (بخاری صفحہ ۵۱۷) قال رسول اللہ صلعم مامن نبی الا ولہ وزیران من اھل السماء ووزیران من اھل الارض فاما وزیرای من اھل السماء فجبرئیل ومیکائیل واما وزیرای من اھل الارض فابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما (ترمذی صفحہ ۲۲۹)

ان دونو حضرت کے استحقاق اکرام کی مثبت ایک حدیث ترمذی میں یہ ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ہر ایک نبی کے لیے دو وزیر آسمان والون سے اور دو وزیر زمین والون سے ہوتے ہین - میرے آسمان کے وزیر میکائیل وجبرئیل ہین اور زمین والون سے ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما - -

ایسے ہی فضائل وفواضل حضرت عثمان وحضرت علی کے تھے جن کے سبب وہ بھی اسی اعزاز واکرام مصاہرۃ کے مستحق تھے - مگر اسکا ظہور دوسرے نوع مین ہوا ہے وہ دونو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دامادی کے شرف سے مشرف ہوئے اس شرف مصاہرہ کا (نوع اول سے ہے خواہ دوسرے) کوئی اندازہ قدر و منزلت کرنا چاہے تو اپنے وقت کے سلاطین کے خسر داماد ون کی قدر ومنزلت کو دیکھ لے اور خیال کرے کہ جسکو بادشاہ وقت اپنی بیٹی دے یا اوسکی بیٹی قبول کرلے وہ کس درجہ کا معزز اور لوگون کی نظر مین عزیز ہوتا ہے -

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے جان نثار خلفاء کو اس شرف سے مشرف کرنا چاہا تبہی ان سے رشتہ مصاہرۃ قائم کیا اس مین انسانیت کا کچھ دخل نہ تھا *

* شیعہ وخوارج پر سخت افسوس ہے ان کے فہم وعقل پر نہایت تعجب ہے کہ ان مین سے ایک فریق شیخین کی قدر نہین بہچانتا - دوسرا ختنین کی باوجودیکہ وہ اپنے وقت کے سلاطین کے خسر وداماد ون کو ان بادشاہون کے نزدیک بہت معزز وجلیل القدر سمجھتے ہین -

حضرت ام سلمہ کے نکاح سے (جو ہجرت کی چوتھی اور نبوت کی سترہوین اور عمر شریف کی ستاون سال مین ہوا تھا) صرف مقصود یہ تھا۔ کہ اس عاجز بیوہ کی دستگیری اور اوس کے بچون کی پرورش ہو۔ جب انکا پہلا خاوند ابو سلمہ رضی اللہ عنہ فوت ہوا تو ان کو سخت صدمہ پہنچا۔ اور انہون نے بہت جزع و فزع کا ارادہ کیا جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے روکا اور انکو یہ خیال پیدا ہوا کہ اب مجھے ایسا خاوند کہان ملیگا جو میرے پہلے خاوند سے بہتر ہوگا۔ شاید اسی خیال سے انہون نے حضرت ابو بکر کے پیام نکاح کو قبول نہ کیا۔ آخر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیام بھیجا تو انہون نے یہ عذر کیا

ثم تزوج ام سلمة هند بنت ابی امية القرشية المخزومية (زاد) وفی السنة الرابعة من الهجرة تزوج ام سلمة فی شوال وفيها توفی زوجها ابو سلمة (مجمع صفحہ ۵۳۷)

عن سلمة لما مات ابو سلمة قلت غريب فی ارض غربة لابكينه بكاء يتحدث عنه + + + فقال ترید ان تدخل الشيطان بيتا اخرجه الله منه مرتين فكففت عن البكاء فلم ابك (صحیح مسلم ۳۰)

وعنها قالت سمعت رسول الله صلی الله عليه وسلم يقول ما من مسلم تصيبه مصيبة فيقول ما امره الله انا لله وانا اليه راجعون اللهم اجرنی فی مصيبتی واخلف لی خيرا منها الا اخلف الله له خيرا منها قالت فلما مات ابو سلمة قلت ای المسلمين خير من ابی سلمة اول بيت هاجر الی رسول الله صلی الله عليه وسلم ثم انی قلتها فاخلف الله لی رسول الله صلعم وعنها قالت ارسل الی رسول الله صلعم حاطب بن ابی بلتعة يخطبنی له فقلت ان لی بنتا وانا غيور فقال اما ابنتها فندعو الله ان يغنيها عنها وادعوا ان يذهب بالغيرة (صحیح صفحہ ۳۰۰)

وعنها قالت لما انقضت عدتی بعث الی ابو بكر يخطبنی فلم اتزوجه فبعث رسول الله صلی الله عليه وسلم عمر بن الخطاب يخطبها عليه فقالت اخبر

رسول الله صلی الله علیه وسلم انی امرأة غیراء وانی مصیبة فذکرت ذلك له فقال ارجع الیها فقل لها اما غیرتك فسادعوا الله ان یذهبها واما صبیتك فستکفین رحمه النسا فی غیرا ذکثیرة الغیرة والمصبیة ذات صبیان واولاد صغار (رتدیبر الوصول ص۲۶۹)

کیا کہ مین بڑی صاحب غیرت ہون یعنی آپ کے دوسری ازواج پہ مجھے غیرت آئے گی اور مین صاحب اولاد ہون۔ اس کے جواب مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تسلی دی کہ تیری غیرت کے لیے مین دعا کرون گا کہ وہ دور ہو۔ اور تیرے بچون کی پرورش ہو گی پھر ان سے نکاح کیا۔

اس خیال اور اس غیرت کی اور ایسے بال بچون والی عورت کا آنحضرت "ثمال الیتامی" "عصمة الارامل" کے سوا اور کون کفیل ہو سکتا تھا۔

حضرت زینب بنت جحش کے نکاح (جو ہجرت کی پانچویں اور نبوت کی اٹھارہوین

ثم تزوج زینب بنت جحش من بنی اسد ابن خزیمة وهی ابنة عمته امیمة (زاد المعاد ص۲۷) فی الخامسة من الهجرة تزوج زینب وامها امیمة بنت عبد المطلب (المجمع ص۵۳۷) وما کان لمومن ولا مومنة اذا قضی الله ورسوله امرا ان یکون لهم الخیرة من امرهم الایة نزلت فی زینب بنت جحش الاسدیة اخیها عبد الله ابن جحش وامها امیمة بنت

اور سن شریف آنحضرت کی اٹھاون سال مین ہوا تھا) مقصود نص قرآن مین بیان ہوا حق تعالی نے خود فرمایا ہے کہ ہمنے اسکا نکاح تیرے ساتھ اس لیے کر دیا ہے کہ مومنون پر اپنے لے پالکون کی بیویون کے نکاح مین تنگی نہ رہے۔ حضرت زینب نسب مین شریف تھین۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی امیمہ کی بیٹی اور ان کو خاوند زید آنحضرت کا آزاد کیا ہوا

عبد المطلب عمة النبي صلى الله عليه وسلم
خطب رسول الله صلى الله عليه وسلم زينب
لمولاه زيد بن حارثة وكان رسول الله صلعم
اشترى زيدا في الجاهلية بعكاظ فاعتقه
فلما خطب رسول الله صلى الله عليه وسلم زينب
رضيت وظنت انه يخطبها لنفسه فلما علمت انه يخطبها لزيد
ابت وقالت انا ابنة عمك يا رسول الله فلا
ارضاه لنفسي وكانت بيضاء جميلة فيها
حدة وكذلك كره اخوها ذلك فانزل الله
عز وجل وما كان لمومن يعني عبد الله بن جحش
ولا مومنة يعني اخته زينب اذا قضى الله
ورسوله امرا اي اذا اراد الله ورسوله
وهو نكاح زيد لزينب ان يكون لهم الخيرة
من امرهم (معالم ص۷۱۶)
عن ابن عباس قال ان رسول الله صلى
الله عليه وسلم انطلق ليخطب على فتاه زيد
بن حارثة فدخل على زينب بنت جحش الاسدية
فخطبها قالت لست بناكحته قال بلى فانكحيه
قالت يا رسول الله اوامر في نفسي فبينما هما
يتحدثان انزل الله هذه الاية على رسوله
قالت قد رضيته لي يا رسول الله منكحا

غلام تھا۔ حضرت زینب کو زید سے نکاح کرنا
دل سے پسند نہ تھا۔ صرف آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے انہوں
نے منظور کیا تھا۔
پھر نکاح ہو جانے کے بعد وہ زید کی
قدر (جسکا خاوند مستحق ہوتا ہے)
نہ کرتیں بلکہ اپنی شرافت کے زعم
سے وہ ان کے ساتھ بدگوئی سے
پیش آتیں۔ زید نے تنگ آکر حضرت
کے پاس اُن کی شکایت کی۔ اور
ان کو طلاق دینی چاہی۔ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو نصیحت
کی اور یہ بات فرمائی۔ کہ تو طلاق
مت دے اور خدا سے ڈر (یعنے جو طلاق
کو پسند نہیں کرتا) اسوقت خدا
تعالے نے آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کو بذریعہ الہام یہ بات بتا دی
تھی۔ کہ یہ طلاق ضرور واقع ہو گی
اور زینب تیرے ہی نکاح میں آ جاے
گی۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
اس امر کو جانکر بھی بمقتضاے بشریت

قال نعم قالت اذن لا اعصی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قد
انکحتہ نفسی اخرجہ ابن جریر وابن مردویہ وعنہ قال قال
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لزینب انی ارید ان ازوجک
زید بن حارثۃ فانی قد رضیتہ لک قالت یا رسول اللہ لکنی
لا ارضاہ لنفسی وانا ایم قومی وبنت عمتک فلم اکن لافعل
فنزلت ھذہ الآیۃ وما کان لمؤمن یعنی زید ولا مؤمنۃ
یعنی زینب اذا قضی اللہ ورسولہ امرا یعنی النکاح فی
ھذا الموضع ان یکون لھم الخیرۃ من امرھم یقول لیس
لھم الخیرۃ من امرھم خلاف ما امر اللہ بہ قالت قد اطعتک
فاصنع ما شئت فزوجھا زیدا ودخل علیھا اخرجہ
ابن مردویۃ + + وکان تزوج زید بزینب
قبل الھجرۃ بنحو ثمان سنین فتح البیان ص۶۳ جلد ۸
یقول للذی انعم اللہ علیہ وانعمت علیہ امسک علیک
زوجک واتق اللہ وتخفی فی نفسک ما اللہ مبدیہ وتخشی الناس و
اللہ احق ان تخشاہ فلما قضی زید منھا وطرا زوجناکھا لکی لا
یکون علی المؤمنین حرج فی ازواج ادعیائھم اذا قضوا منھن
وطرا وکان امر اللہ مفعولا (احزاب ع ۵) عن انس قال
جاء زید یشکو فجعل النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول اتق
اللہ وامسک علیک زوجک (بخاری ص۱۱۰۳) یشکو
لہ من اخلاق زینب (قسطلانی ص۲۴۲ جلد ۱۱)
فاتی زید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال انی ارید ان فارق

لڑکوں سے جو بیٹے
اور یہ اندیشہ
کر رہے تھے کہ
لوگ طعن کرینگے
اور یہ کہیں گے
کہ پیغمبر نے اپنے بیٹے
کی بیوی یعنی بہو کو
نکاح کر لیا ہے
خدا تعالے
نے یہ فرمایا کہ
تیرے دل
یعنے غم و
خیال میں تو وہ
بات ہے جسکو
ہم ظاہر کرنے
والے ہیں۔
یعنے زینب کا
مطلقہ ہونا اور
تیرے نکاح میں
آجانا پھر تو
لوگوں سے

صاحبتی قال ما رابک منها شیء قال لا والله یا رسول الله
ما رأیت منها الا خیرا ولکنها تتعظم علی لشرفها وتؤذینی بلسانها
فقال له النبی صلی الله علیه وسلم امسک علیک زوجک و
اتق الله فی امرها ثم طلقها زید فذلک قوله عز وجل واذ تقول
للذی انعم الله علیه بالاسلام وانعمت علیه بالتربیة والاعتاق
وهو زید بن حارثة امسک علیک زوجک یعنی زینب بنت جحش
واتق الله فیها ولا تفارقها [illegible] والله احق ان تخشاه وروی
سفیان بن عیینة عن علی بن زید بن جدعان قال سألنی علی
بن الحسین زین العابدین ما تقول فی قوله وتخفی فی نفسک
ما الله مبدیه وتخشی الناس والله احق ان تخشاه قلت یقول لما
ان جاء زید الی النبی صلی الله علیه وسلم فقال یا نبی الله انی
ارید ان اطلق زینب اعجبه ذلک فقال امسک علیک زوجک واتق
الله فقال علی ابن الحسین لیس کذلک بل کان الله تعالی قد اعلمه
انها ستکون من ازواجه وان زیدا سیطلقها فلما جاء زید و
قال انی ارید ان اطلقها قال له امسک علیک زوجک فعاتبه
الله وقال لم قلت امسک علیک زوجک وقد اعلمتک انها
ستکون من ازواجک وهذا هو الاولی والالیق بحال الانبیاء
وهو مطابق للتلاوة لان الله علم انه یبدی ویظهر ما اخفاه
ولم یظهر غیر تزویجها منه فقال زوجناکها فلو کان الذی
اضمره رسول الله صلی الله علیه وسلم محبتها او ارادة طلاقها
لاظهر ذلک لانه لا یجوز ان یخبر انه یظهره ثم یکتمه فلا یظهره

بھی ڈرتا ہے
اور حق یہ ہے
کہ تو خدا ہی سے
ڈرے۔ لوگوں
کی کچھ پرواہ نہ کرو
آخر زید نے اس
کو طلاق دیدی
جیسے یہ قول خداوند
نازل ہوا۔ کہ زید
نے اسکو طلاق
دیدی جب
تو ہمنے اس کا
نکاح تیرے
ساتھ کر دیا
تاکہ اور اہل ایمان
کو اپنے منہ بولے
بیٹوں کی بیویوں
کے نکاح میں تنگی
نہ رہے حضرت
زینب کے نکاح
کی یہی وجہ ہے

فدل على انه انما عوتب على اخفاء ما اعلمه الله انها ستكون زوجته له
وانما اخفاه استحياء ان تقول لزيد ان التي تحتك وفي نكاحك ستكون
زوجتي وهذا قول حسن مرضي (معالم ص ۲۱۶-۲۱۹) والله احق
ان تخشاه في كل حال وتخاف منه وتستحييه ولا تامر زيدا بامساك
زوجته بعد ان اعلمك انها تكون زوجتك فعاتبه الله على
هذا قال بعضهم وما ذكروه في تفسير هذه الاية من
وقوع محبتها في قلب النبي صلى الله عليه وسلم وارادته
طلاق زيد لها فيه اعظم الحرج وما لا يليق بمنصبه صلى
الله عليه وسلم وقد امر عظم من قائله وقلة معرفته بحق
النبي صلى الله عليه وسلم وبفضله وكيف يقال رآها
فاعجبته وهي بنت عمته ولم يزل يراها منذ ولدت ولا كانت
النساء يحتجبن منه صلى الله عليه وسلم وهو زوجها لزيد
فلا يشك في تنزيه النبي صلى الله عليه وسلم عن ان يامر
زيدا بامساكها وهو يحب تطليقه اياها قال واصح ما في
هذا الباب ما قال على بن الحسين ان الله قد اعلمه انها ستكون
من ازواجه وان زيدا سيطلقها فلما جاء زيد وقال اني اريد
ان اطلقها قال له امسك عليك زوجك وقد اعلمتك انها
ستكون زوجتك قال الخطيب وهذا هو الاولى والاليق
بحال الانبياء وهو مطابق للتلاوة لان الله تعالى علم انه يبديها
ويظهر ما اخفاه ولم يظهر غير تزويجها منه فقال تعالى زوجنا
فلو كان الذي اضمره رسول الله صلى الله عليه وسلم محبتها او

جو بیان ہوئی
ہے۔ اس معاملہ
کے متعلق جو
بات آنحضرت
صلی اللہ علیہ و
سلم کے دل میں
تھی وہ یہی تھی
کہ طلاق ضرور
ضرور ہو جائیگی
اور زینب آنحضرت
کے نکاح مین
آئیگی کیونکہ اس
بات کی نسبت
خدا تعالے نے
قرآن مین صاف
فرمادیا ہے کہ
ہم اس بات کو
ظاہر کرنے والے
ہین۔ اور ظاہر
جو ہوا ہے وہ
یہی ہوا کہ زینب

ارادة طلاقها لكان يظهر ذلك لانه لايجوز ان يخبر الله انه يظهر ثم يكتمه فلا يظهره فدل على انه انما عوتب على اخفاء ما اعلمه الله من انها ستكون زوجته وانما اخفى ذلك استحياء ان يخبر زيدا ان التى تحتك فى نكاحك ستكون زوجتى قال ابن كثير وهذا القول هو المنصور المعول عليه عند الجمهور (فتح البیان صـ۶۲ــ)

کو طلاق ہوئی اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح مین آگئی اس بیان کے مخالف جو عامہ تفاسیر مین لکہا ہے کہ آنحضرت کی ایک دن اتفاقیہ زینب پر نگاہ پڑی تو آپ کو اسکی شکل پسند آگئی اور آپکے موہنہ سے اوسکی تعریف نکل گئی زید کو خبر ہوئی تو اوس نے بپاس خاطر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسکو طلاق دینی چاہی جسپر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو زبان سے تو طلاق دینے سے روکا ۔ مگر دل مین آپ کے خیال تہا کہ یہ طلاق دے تو آپ اسکو نکاح مین لادین یہ محض واہی قصہ ہے اور عقل ونقل دونون سے مخالف ہے عقل سے پسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زینب کو ناگہان دیکہنا کچہ معنے نہین رکہتا وہ آپ کی پہوپہی کی بیٹی تہی ۔ اور بچپن سے آپ کے دیکہنے مین آتی تہین آپ ایسے عاشق مزاج حسن پرست ہوتے اور اسکو دیکہہ اسکے جمال پر مفتون ہو جاتے تو پہلے ہی سے اپنے نکاح مین لاتے ۔ اپنے غلام کے ساتہہ نکاح کرنے پر فہمائش وتکرار کے ساتہہ اس کو راضی نہ کرتے ۔ نیز جس وقت جبکہ زینب رضی اللہ تعالی عنہا کا نکاح آپ نے زید سے کرادیا تہا آپ کی عمر بہی پینتالیس سال کی تہی ۔ کیونکہ زینب کا نکاح ہجرت سے آٹھہ سال پہلے ہوا تہا ۔ پہر کب یہ امر بعید از قیاس ومخالف شان نبوت نہین ہے کہ ابتداء شباب سے پینتالیس سال کی عمر تک رات دن کے دیکہنے سے آپ زینب کے حسن پر مفتون نہ ہون ۔ اور اٹھاون سال کی عمر کو پہنچکر ایک دن اتفاقیہ دیکہکر اوسپر مفتون ہو جائین ۔

نقل سے اس واہی قصہ کے مخالف ہونے کی وجہ بیان ہوچکی ہے - اور نص قرآن سے ثابت کیا گیا ہے - کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دل مین چھپی بات سے مراد طلاق ونکاح زینب کا علم ہے - نہ ان کی محبت علاوہ برین اس قصہ کی کوئی سند صحیح نہین ہے - لہذا بحکم قواعد نقل یہ ہرگز لائق قبول و اعتماد نہین ہے ایم **اشاعۃ السنۃ** میں بار با تفصیل ثابت ہوچکا ہے - کہ قول بلا سند لائق قبول نہین

افسوس ان مفسرین نے ان باتون کو نہ سوچا - اور اس قصہ کو تفاسیر مین نقل کرکے مخالفین اسلام کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر حسن پرستی و تعشق کا الزام و اتہام قائم کرنے کا موقع دیدیا - جس کے جواب مین ہم کو اور ہم سے پہلے بہت خیرخواہان اسلام کو خامہ فرسائی کرنی پڑی - مگر خدا کا شکر ہے کہ ان ہی مفسرین مین بہت ایسے لوگ بھی ہین - جو اس واہی قصہ کے مخالف ہین اور اس آیت کی تفسیر مین وہی بات کہہ چکے ہین جو ہمنے کہی ہے -

تفسیر **معالم التنزیل** مین وہ بات حضرت امام زین سے نقل کی ہے - اور تفسیر **فتح البیان** مین اس کی نقل کے علاوہ اس واہی قصہ پر بعض عقلی اعتراضات بھی کیے ہین - جو ہمنے وارد کیے ہین ان کتابون کی عبارتین ہمنے حاشیہ مین نقل کردی ہین -

ہمارے اسلامی خصوصًا علیگی بھائی (جو بے علمی یا کم عقلی کے ساتھہ ہمارے مشاہین پر نکتہ چینی کی ہوس رکھتے ہین) اس قصہ سے انکار کے سبب ہم پر کوئی اعتراض جڑنا چاہین تو پہلے ان کتب کو دیکھہ لین - یا کسی اہل علم سے پڑھوا کر سن لین پھر جو کہنا ہو سو کہین -

حضرت جویریہ کے نکاح سے (جو ہجرت کے چھٹے اور نبوت کے انیسوین اور عمر نبوی کے اونسٹھہ سال مین ہوا | وفی السنۃ السادسۃ من الھجرۃ اصابت

اما جویریۃ بنت الحارث ثابت بن
قیس فتزوجها النبی صلی اللہ علیہ
وسلم ثم اسلم ابوها واخوها۔
(مجمع البحار صفحہ ۳۰۳)

عن عائشۃ ان جویریۃ بنت الحارث
جاءت فقالت یا رسول اللہ انا جویریۃ
بنت الحارث وانما کان من امری ما
لا یخفی علیک وانی وقعت فی سہم
ثابت بن قیس وانی کاتبت علی نفسی
فجئتک اسئلک فی کتابتی فقال
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
فہل لک الی ما ہو خیر منہ قالت وما
ہو یا رسول اللہ۔ قال اودی عنک
کتابتک واتزوجک قالت قد فعلت
فتسامع تعنی الناس ان رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم قد تزوج جویریۃ
فارسلوا ما فی ایدیہم من السبی
فاعتقوہم وقالوا اصہار رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم فما رأینا امرأۃ کانت اعظم
برکۃ علی قومہا منہا اعتق فی سببہا
مائۃ اہل بیت من بنی المصطلق (ابو داود صفحہ ۱۹۳)

تھا) یہی مقصود عاجزوں کی دستگیری اور قیدیوں
کی مخلصی تھی۔ حضرت جویریہ بنی مصطلق
کے قیدیوں میں سے ثابت بن قیس
(صحابی) کے حصہ میں آئیں۔ تو انہوں
نے کچھ مال لیکر آزادی کی دستاویز
انکو لکھدی وہ اس میں مدد لینے کو
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس
آئیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
ان کے بدلہ مال دیدیا۔ اور ان کو آزاد
فرماکر ان سے نکاح کرلیا۔ یہ نکاح نہ صرف
انکی آزادی کا بلکہ ان کے سوا سو گھر
کے نفوس ہرد قیدیوں کی آزادی کا سبب
ہوا۔ جب لوگوں نے دیکھا کہ آپ ازواج
مطہرات میں داخل ہوگئی ہیں تو آپ
کی قوم کے سبھی قیدیوں کو جو ان
کے پاس تھے آزاد کردیا اور کہا کہ یہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سسرال
کے رشتہ دار ہوگئے ہیں اسلیے اب
ہم ان کو اپنی قید وغلامی میں کیونکر
رکھہ سکتے ہیں) اس نکاح اور اسکی برکت
آزادی کا ایک یہ نتیجہ ہوا۔ کہ آپ کے

کے والد اور دو بھائیوں کو شرف اسلام نصیب ہوا۔
یہی مقصود حضرت صفیہ کے نکاح سے تھا جو ہجرت کی ساتویں اور نبوت کی بیسویں

وتزوج النبي صلعم صفية بنت حيي بن
اخطب سيد بني النضير من ولد هارون بن
عمران اخي موسى فهي ابنة نبي وزوجة
نبي وكانت من اجمل نساء العالمين
(زاد معاد) في سنة سبع اصاب من
سبايا هي صفية وكانت عروسا بكنانة -
(مجمع ص...) جاء دحية فقال يا نبي الله
اعطني جارية من السبي فقال اذهب فخذ جارية
فاخذ صفية بنت حيي فجاء رجل الى النبي صلعم
فقال يا نبي الله اعطيت دحية صفية بنت
حيي سيدة قريظة والنضير لا تصلح الا لك
قال ادعوه بها فلما نظر اليها النبي صلعم قال خذ
جارية من [illegible] غيرها قال فاعتقها النبي
وتزوجها (صحيح بخاري ص... وغيرها)

اور عمر نبوی کے ساٹھویں سال ہوا تھا) اور
ایک سبب اس نکاح کا یہہ بھی ہوا کہ حضرت
صفیہ بنی نضیر کے ایک سردار کی بیٹی اور
حضرت ہارون حضرت موسے علیہ الصلوٰۃ
والسلام کے بھائی کی اولاد سے
تھی - اور صورت وجمال میں بھی اپنے
وقت میں بے مثل اور ان خوبیوں و کمالات
کے ساتھ وہ قیدیوں میں سے ایک
لشکری دحیہ قلبی صحابی کے
قبضہ میں پہنچیں تو بعض لوگوں کو رشک
وحسد پیدا ہوا - وہ لوگ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے
اور معترض ہوئے کہ یا رسول اللہ یہہ
بنی نضیر کی سردار ہے - اور
یہ بجز آپ کے کسی شخص کے لیے مناسب نہیں ہے - آپنے جب اس کو دیکھا

واما اخذه من دحية فله وجهان اما
انه رد [illegible] واما انه اذن له
في جارية من جواري السبي لا افضلهن
فلما رأى النبي صلى الله عليه وسلم انه اخذ

اور یہہ یقین ہوا - کہ یہ لشکریوں میں رہکر
کسی شخص کے پاس نہ رہنے پائیں گی اب
کے سوا کسی اور کے پاس منگنی تو دوسروں
کے حسد و عناد کی موجب ہوگی - تو آپ

سے لی ان کے بدلے سات لونڈیان قیدیون مین سے اس لشکری کو دین - اور حضرت صفیہ کو اپنے قبضہ لا کر آزاد کیا - اور انکی درخواست سے ان کے ساتھ نکاح کیا اس نکاح مین ان کا جمال ان حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مطمح خیال نہ تہا - یہ ہوتا تو ان کے ہوتے اسی سال بوڑھیا عورتون (ام حبیبہ رض و میمونہ رض) سے آپ کا نکاح (جسکا ذکر ذیل مین آتا ہے) ہرگز نہ ہوتا کیونکہ یہ عقلی اور طبعی قاعدہ ہے کہ جس عورت کا جمال و شباب کسی مرد کا مرغوب و معشوق ہوتا ہے - وہ اوس کے ہوتے دوسری عورت کا جو جمال اور شباب مین اوس سے کمتر ہو ہرگز طالب و راغب نہین ہوتا - **پلاؤ کا طالب** پلاؤ کے ہوتے **جو کی** سوکہی **روٹی** کبہی نہین کہاتا اور جو پلاؤ کے ہوتے جو کی سوکہی روٹی کہائے اسکو پلاؤ کا طالب کوئی نہین کہہ سکتا -

الفسهن واجودهن شبابا وشرفا في قومها وجمالها فترجعها لانها لم يات فيها - ودى في القائها مفسدة لتميزه مثلها على الجيش وفيه انتهاكها مع مرتبتها ولما يترتب على ذلك الشقاق فكان اخذه صلى الله عليه وسلم اياها لنفسه قاطعا لهذه المفسدة (كرماني)

حضرت ام حبیبہ اور حضرت میمونہ کے نکاحون سے (جو اسی نکاح صفیہ کے سال ہوئے تہے) بہی عاجز رانڈون کی پرورش اور ان کے اقارب کی تالیف قلوب مدنظر تہی **حضرت ام حبیبہ** نے بڑی مردانہ ہمت کی تہی کہ ابوسفیان کی بیٹی ہوکر اپنے مسلمان شوہر کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کی تو وہ وہان اسلام چہوڑ کر عیسائی ہوگیا - تب ہی حضرت ام حبیبہ

وفي السنة السابعة من الهجرة تزوج ام حبيبة كانت تحت زوجها عبيد الله بن جحش مهاجرة في الحبشة فتنصر زوجها ومات فزوجها النجاشي لرسول الله صلى الله عليه وسلم ولها يومئذ بضع وثلاثون سنة وفيها تزوج ميمونة بنت الحارث زوجة ابي رهم وكانت اخر امراته (مجمع ص ۵۲)

مورخ پنسٹ ... [illegible] ... حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ ... [illegible]

ان ام حبیبۃ کانت تحت عبد اللہ بن جحش
وولدت لہ ـ وھاجر بھا وھما مسلمان
الی ارض الحبشۃ ثم تنصر وثبتت
ام حبیبۃ علی اسلامھا فبعث رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی النجاشی
یخطبھا علیہ فزوجہ ایاھا واصدقھا
صداقا وذلک سنۃ سبع من الھجرۃ
وجاء ابو سفیان فی زمن الھدنۃ فدخل
علیھا ـ فثنت فراش رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم حتی لا یجلس علیہ
(زاد المعاد ص۲۹)

مذہب اسلام پر قائم رہین ـ اس بیوگی
و ناچارگی کی حالت مین وہان انکا مربی
کون تہا ـ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے یہ حال سنکر شاہ حبشہ (نجاشی)
کیطرف اوس کے نکاح کا پیغام بہیجا ـ
نجاشی نے بہی ان کے حال پر ترس کہا
اور اپنی پاس سے چار ہزار درم مہر دیکر
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کا
نکاح کر دیا ـ اور ایک صحابی شرجبیل
بن حسنہ نامی کے ساتہہ ان کو روانہ مدینہ
کیا ـ یہ نکاح ام حبیبہ کے باپ
ابو سفیان کے (جو اسوقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جانی دشمن تہا) انس اور
میل جول کا موجب ہوا چنانچہ ایک دفعہ وہ صلح حدیبیہ کے زمانہ مین مدینہ مین آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے دولتخانہ پر بہی پہنچا ـ اور اوسنے ام حبیبہ کے دل مین آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و تعظیم کا یہ اثر دیکہا کہ ـ کہ اونہون نے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے بابرکت فرش پر اوسکو بیٹہنے ندیا ـ اس نکاح اور اسکی تاثیرات
کا اثر تو یہ تہا کہ ابو سفیان اسیدم مسلمان ہو جاتا مگر بعض موانع وحجب کے سبب
فتح مکہ سے پہلے وہ اثر ظاہر ہوا ـ

حضرت میمونہ کے نکاح سے بیوہ پروری کے علاوہ ایک عجیب و لطیف رحیمانہ

قال موسی بن عقبۃ ثم خرج رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم فی العام المقبل من عام

پولیٹکل پالیسی مد نظر تہی ـ **حضرت**
میمونہ کہ وہ انکی الفون از آنحضرت صلی اللہ

الحدیبیه معتمرا فی ذی القعدة سنة
سبع + + + + وبعث رسول الله صلی
الله علیه وسلم جعفر بن ابی طالب بین
یدیه الی میمونة بنت الحارث بن حزن
العامریة فخطبها الیه فجعلت امرها
الی العباس بن عبد المطلب وکانت
اختها ام الفضل تحته فزوجها العباس
رسول الله صلی الله علیه وسلم + +
× × فاقام رسول الله صلی الله علیه
وسلم بمکة ثلثا فلما اصبح یوم الرابع
اتاه سهیل بن عمرو وحویطب بن
عبد العزی ورسول الله صلی الله
علیه وسلم فی مجلس الانصار یتحدث
مع سعد بن عبادة فصاح حویطب
نناشدک الله والعقد لما خرجت
من ارضنا فقد مضت الثلث فقال
سعد بن عبادة کذبت لا ام لک
لیست بارضک ولا ارض ابائک و
الله لا یخرج ثم نادی رسول الله
صلی الله علیه وسلم حویطبا او سهیلا
فقال انی قد نکحت منکم امرأة

علیہ وسلم کے جانی دشمنون کی انتہائی تہین
انکی ہمشیرہ ام الفضل حضرت عباس رضی
اللہ عنہ کی بیوی تہی آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم ہجرت کے ساتوین سال عمرۃ
القضاء کے لیے مکہ مکرمہ مین پہنچے تو آپ
نے حضرت جعفر کی وساطت سے میمونہ کو نکاح
کا پیام بہیجا۔ انہون نے اپنا اختیار
حضرت عباس کو دیدیا۔ حضرت عباس رضی
اللہ تعالے عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم سے انکا نکاح کر دیا۔ جب آنحضرت
عمرہ سے فارغ ہوئے اور تین روز مدت
قیام مکہ کے جسکے بعد مکہ سے نکل جانے کا
کفار مکہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
سے حدیبیہ کی صلح مین وعدہ لے لیا تہا
گذر گئے تو کفار مکہ اخراج کے خواہان ہوئے
اور حویطب اور سہیل حضرت میمونہ کے
رشتہ دار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے پاس آکر بولے ہم آپ کو عہد یاد دلا کر
کہتے ہین کہ آپ مکہ سے نکل جائین۔ اب
تین دن عہد کے گذر گئے ہین۔ حضرت
سعد بن عبادہ نے حمیت حق کے جوش

نمایضرک حران امکث حتی احل
بها ونصنع الطعام فنأکل وتأکلون
معنا فقالوا انا نشدک الله والعقد
الا خرجت عنا فامر رسول الله صلی
الله علیه وسلم ابا رافع فاذن بالرحیل
ورکب رسول الله صلی الله علیه وسلم
حتی نزل بطن سرف فاقام بها و
خلف ابا رافع لیحمل میمونة الیه
حین یمسی فاقام حتی قدمت میمونة
ومن معها وقد لقوا اذی وعناء
من سفهاء المشرکین وصبیانهم
فبنی بها بسرف ثم ادلج وسار حتی
حتی قدم المدینة وقدر الله ان
یکون قبر میمونة بسرف حیث بنی
بها۔ (زاد المعاد ص ۴۲۱)

وفی السنة الثامنة من الهجرة اسلم
عمرو بن العاص وخالد بن الولید و
عثمان بن طلحة قدموا المدینة فی
صفر۔ مجمع البحار ص ۵۲۳

میں اگر سخت الفاظ سے جواب دیا مگر
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رفق و
حکمت اور پولیٹیکل مصلحت کا بھرا ہوا
یہ کلمہ فرمایا کہ میں نے تمہاری قوم میں سے
ایک عورت سے یہاں نکاح کیا ہے میرا
اس سے زفاف چاہتا ہوں اور اس کے
بعد کھانا پکواؤں گا جس کو ہم بھی کھائینگے
اور آپ لوگ بھی کھائیں (آپ کے اس
کلام طیبہ حکمیہ رفقیہ پر ہماری ہزار جان نثار
ہو) ہر چند اس کلام معجز نظام اور اس
پالیسی پولیٹیکل مصلحت کی بھری ہوئی نے
اسوقت ان لوگوں پر انکی ناقابلیت محل
کے سبب اثر نہ کیا اور آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم نے اسوقت مکہ مکرمہ سے کوچ
کیا۔ اور مقام سرف (جو مکہ کے قریب ہے)
میں جاکر اس رسم کو پورا کیا۔ مگر دو ہی
مہینے کے بعد اس پالیسی کا یہ نتیجہ نکلا
کہ حضرت خالد بن ولید* و عمرو بن عاص و
عثمان بن طلحہ جیسے اعیان اہل مکہ نے
بخوشی خاطر مدینہ میں حاضر ہوکر اسلام قبول فرمایا۔ ان حالات اور واقعات کیطرف نظر
کرنے سے ہر ایک منصف مزاج کو یقین ہوسکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

* خالد بن الولید حضرت میمونہ کے بھانجے تھے انکی والدہ میمونہ کی ہمشیرہ لبابہ بنت الحارث تھی۔ ہدیٰ الصفوۃ ص ۲۱

صلی اللہ علیہ وسلم کے بیہ نکاح بیوہ عورتون کی پرورش اور یتیمون کی تربیت اور جان نثار دوستون سے مواساۃ اور مخالفون کی تالیف اور مدارات کی نظر سے ہوئے تہے۔

ومعہذا* ان اغراض وشروط کے لحاظ سے (جو نکاح سے خصوصیت کیساتھ مقصود اور اس مین ملحوظ ہوتے ہین) بہی آپ قاصر نہین رہے **اولاد**‡ خصوصاً نرینہ جسکو پہلے انبیا نے بہی چاہا ہے۔ اور ہر ایک انسان بالطبع اسکی خواہش رکھتا ہی ان نکاحون سے آپکو مطلوب تہی اور نکاح کی **شرط** استطاعت وعدل بہی آپ مین بوجہ اتم پائی جاتی تہی۔

حضرت خدیجہ سے آپ کی اولاد چار لڑکیان۔ زینب[۱]۔ رقیہ[۲]۔ ام کلثوم[۳] اور سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا[۴] ہوئین۔ اور چار بیٹے قاسم[۱]۔ طیب[۲]۔ وطاہر[۳] اور عبد اللہ[۴] رضی اللہ عنہم اجمعین۔) بعض علماء کے نزدیک نون

ولدت (ای خدیجۃ) لہ زینب ورقیۃ وام کلثوم وفاطمۃ والقاسم والطاہر والطیب وعبد اللہ

* اس بیان سے اس اعتراض مخالفین کا جواب مد نظر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعدد نکاحون کی جو غرضین بیان ہوئی ہین (بیوہ ویتیم پروری یا مواساۃ احبا ومدارات اعدا) نکاح سے یہی غرضین مقصود نہین ہوتین۔ **اغراض** نکاح تو اور ہی ہین جنکا بیان تمہاری کلام مین ہو چکا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان نکاحون سے صرف یتیم یا بیوہ پروری اور دوست یا دشمن نوازی منظور تہی تو یہ یون بہی ہو سکتی تہی کہ ان لوگون کی تنخواہ مقرر کر دیتے یا اور سبیل سے احسان کرتے ان عورتون کو نکاح مین کیون پہنسا لیا اگر اتنا ہی مقصود تہا۔

‡ حضرت زکریا نے اپنے لیے خدا سے فرزند نرینہ کی دعا کی تہی (دیکہو لوقا کی انجیل باب[۱] آیت ۱۳ وغیرہ) جان ڈیون پورٹ نے (جو عیسائی مذہب کا ایک مشہور مصنف ہی) آنحضرت کے متعدد نکاحون کی غرض (طلب اولاد) قرار دی ہی چنانچہ اپنی کتاب "عذر از طرف محمد و قرآن" مین کہا ہے۔ (باقی صفحہ ۱۹)

وهل هؤلاء في الجاهلية وادرك الاناث الاسلام فاسلمن وهاجرن و قيل الطيب والطاهر لقبان لعبد الله ولد في الاسلام واول من مات القاسم ابن ستين او سنة ثم مات عبد الله بمكة بعد النبوة بسنة (مجمع البحار ص ۵۲۶)

ہے کہ طیب وطاہر عبد اللہ ہی کے لقب تھے۔ اور لڑکے صرف دو تھے۔ مگر ان میں نرینہ اولاد تو تھے خود جیسا حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالے عنہا کی حیات میں فوت ہو گئے صرف لڑکیاں رہیں سو بھی بجز ایک سیدۃ النساء کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں فوت ہو گئیں۔

اس اولاد کے پیدا ہونے اور پھر فوت ہو جانے سے آنحضرت کو اپنا امتحان بھی ہو گیا کہ آپ کے وجود با جود سے اولاد کی امید ہے۔ اور متعدد نکاحوں کی ضرورت کا جب تک کہ اولاد نرینہ نہ ہو ثبوت بھی نکل آیا یہی وجہ ہے کہ آپ کے جسقدر نکاح ہوئے وہ ہجرت کے ساتویں سال تک ہوئے۔ ہجرت کے آٹھویں سال

یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیئے کہ آپ پچیس برس کی عمر میں پچاس برس تک ایک ہی بی بی پر قانع رہے۔ اور جب انہوں نے ترسٹھ سال کی عمر میں انتقال فرمایا۔ اسوقت تک ان کے ہاں کوئی بیٹا نہ پیدا ہوا تھا۔ اب ہم پوچھتے ہیں کہ یہ بات ممکن ہے کہ ایک شہوت پرست جو ایسے ملک کا باشندہ ہو جہاں ایک سے زیادہ نکاح کرنے جائز ہوں۔ اور وہ شخص پچیس برس تک صرف ایک بی بی پر قانع رہے غالب ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اپنی آخر عمر کے تیرہ سال کے عرصہ میں بہت سے نکاح کیے وہ صرف فرزند کی امید میں کیے ہونگے" جان ڈیون پورٹ کی اس کتاب کے دو ترجمہ اردو زبان میں شائع ہوئے ہیں ایک مؤید الاسلام۔ دوسرا امطار الحق یہ عبارت مؤید الاسلام سے نقل کی گئی ہے مگر دوسرے ترجمہ کی عبارت عمدہ اور سلیس ہے

کے اخیر مہینے ذی الحجہ میں آپ کے ایک* حرم محترم سے فرزند رشید ابراہیم نامی پیدا ہوا تو پھر آپ نے کوئی نکاح# نہیں کیا۔ ہجرت کے دسوین سال صاحبزادہ ابراہیم کا بھی انتقال ہوا۔ اسوقت اگرچہ اور نکاح کرنے کا سبب پھر پیدا ہو گیا تھا۔ مگر اس سال آپ کو خدا کی طرف سے یہ علم بھی ہو گیا تھا کہ سال آئندہ کو آپ کا بینے آپ کیطرف کوچ ہے رہا ہے چنانچہ معاذ بن جبل کو آپ نے بتادیا تھا۔ اور اس کے مطابق ہجرت کی گیارہوین سال کے تیسرے مہینے کی بارہوین تاریخ پیر کے دن کو آپ کا اس جہان فانی سے عالم جاودانی کیطرف انتقال ہوا۔

وفی الثانیۃ فی ذی الحجۃ ولد ابراھیم رضی اللہ عنہ ابنہ واعطی مبشرہ عبدا (مجمع البحار ص۵۴۲) وابراھیم ولدت سنۃ ثمان من الھجرۃ ومات ولہ سنۃ وعشرۃ اشھر (مجمع ص۲۹۸) مات ابراھیم بالمدینۃ فی السنۃ العاشرۃ من الھجرۃ کما علیہ جمھور اھل السیر وربیع الاول او فی رمضان (قسطلانی ص۲۹۶ ج۲) قلت موتہ فی رمضان ھو الصحیح یدل علیہ ما مر عن المجمع انہ مات ولہ سنۃ وعشرۃ اشھر (ایڈیٹر) فی العاشرۃ من الھجرۃ بعث معاذا الی الیمن وحضر موتہ وخرج یمشی معہ وھو راکب فقال یا معاذ انک عسی ان لا تلقانی بعد عامی فبکی معاذ (مجمع البحار ص۵۴۲)

اسی وجہ سے غالباً آپ نے اور نکاح نہیں کیا یا اسکا سبب کوئی اور ہوگا۔ آپ کے عدل کا یہ حال تھا کہ سبھی ازواج کے نان و نفقہ میں مساوات مد نظر رکھتے دن

* وہ ماریہ قبطیہ ہے جو اسکندریہ کے بادشاہ جریج بن مینا نے آپکے لیے بطور تحفہ بھیجی تھی۔ آپ نے اپنے حرمون میں داخل کیا نہ ازواج میں۔

بعض روایات مین جو آیا ہے کہ آٹھوین سال اپنی فاطمہ کلبیہ اور ملیکہ کندیہ جونیہ سے نکاح کیا ہے یہ صحیح نہیں ہے حافظ ابن القیم نے زاد المعاد میں کہا ہے کہ "اپنی کلبیہ اور جونیہ سے نکاح کرنا چاہا تھا مگر نہ کیا" اور اگر بالفرض وہ نکاح ہوئے تھے تو آٹھ سال کے بارہوین مہینے (ذی الحجہ) سے (جس میں صاحب زادہ ابراہیم پیدا ہوئے تھے) پہلے کیے ہونگے۔

عن ابن عباس قال قبض رسول الله صلعم عن تسع نسوة یقسم منهن لثمان - متفق علیہ - وعن عائشۃ ان سودۃ لما کبرت قالت یا رسول قد جعلت یومی منک لعائشۃ فکان رسول الله صلی الله علیہ وسلم یقسم لعائشۃ یومین یومها ویوم سودۃ متفق علیہ (مشکوٰۃ)
وعنها ان النبی صلی الله علیہ وسلم اذا خرج اقرع بین نسائہ (بخاری ص۷۶۲)
وعن انس کان رسول الله صلی الله علیہ وسلم یدور علی نسائہ فی الساعۃ الواحدۃ من اللیل والنہار وهن احدی عشرۃ قال قلت لانس او کان یطیقہ قال کنا نتحدث انہ اعطی قوۃ ثلثین - (بخاری ص۴۱) وفی صحیح الاسمعیلی قوۃ اربعین (توشیح حاشیہ بخاری)

اور راتوں کی تقسیم میں بھی برابری کرتے تھے سفر میں بھی اس مساوات کا لحاظ رکھتے - اس میں بغیر قرعہ اندازی کئے اپنی خوشی سے کسی اہلیت کو ساتھ لے جانا اختیار نہ فرمانے - خاص فعل میں جو نکاح سے خصوصیت کے ساتھ مطلوب ہوتا ہے بھی کسی کا حق تلفی نہ کرتے -

آپ کی **قوت** یہ عالم تھا - کہ اس پیرانہ سالی میں ایک ہی ساعت میں رات یا دن کے سبھی ازواج سے ہم بستر ہوتے آپ کے صحبتی جب آپ کی عادت سے واقف تھے یہ کہا کرتے کہ آپ میں تیس مرد کی قوت ہے - بعض کا یہ خیال تھا کہ چالیس کی ہے -

اسباب میں اور بھی اقوال ہیں جو اس قوت کی اور بھی وسعت ظاہر کرتے ہیں مگر ہم اپنے مخاطبین مخالفین اسلام کو ان اقوال کے فہم معنی اور سمجھنے سے قاصر پاتے ہیں لہذا ان اقوال کی نقل و بیان سے قلم کی جرأت نہیں ہو سکتی -

جسقدر ہمنے بیان کیا ہے - اسپر بھی ہمارے مخاطبین اہل کتاب کو تعجب و اعتراض ہو تو اپنی کتب مذہب کو نظر انصاف سے دیکھیں اور ان میں حضرت داؤد و حضرت سلیمان*

* حضرت داؤد کی ایک بیوی طالوت کی بیٹی تھی اسکا ذکر کتاب اول سموئیل باب ۱۹

کا حال دیکھکر بتائین کہ ان مین کسقدر قوت تہی۔ اور ان کے ازواج اور حرمون کی کثرت کس حد کو پہنچ گئی تہی۔ پہر انکے مقابلہ مین ہمارے حضرت کی قوت۔ اور ان کے صرف تو تک کثرت کیون انکے تعجب و اعتراض کا محل ہو اسپر شاید کسیکو یہ اعتراض پیدا ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مین اسقدر قوت تہی تو وہ عالم شباب سے لیکر بچاس سال کی عمر تک کہان پوشیدہ رہی اور حضرت خدیجہ کے ہوتے وہ کیون ظہور مین نہ آئی اسکا جواب یہ ہی کہ اسوقت آپ نے قناعت اختیار فرمائی اور حضرت مسیح علیہ السلام سے

آیتہ ۲۷ مین ہے) اس کے ہوتے وہ اور ہوئین جنکا ذکر اسی کتاب کے باب ۲۵ آیتہ ۴۴ مین ہے۔ پہر ان تین کے ہوتے چار عورتین اور نکاح مین آئین جنکا ذکر کتاب دوم سموئیل باب ۳ آیتہ دو سے ۶ تک ہی) پہر ان سات کے ہوتے اور بہت سی عورتین اور حرمون کو نکاح مین لائے۔ جنکا ذکر (دوم سموئیل باب ۵ آیتہ ۱۳ مین ہے۔

حضرت سلیمان کی سات سو بیویان تہین اور تین سو حرم (دیکہو اول سلاطین باب ۱۱۔ آیتہ ۳) حضرت سلیمان کی نسبت عیسائی اگر یہ کہین کہ وہ نبی نتہے۔ یا یہ کہ ان کا یہ فعل خداوند تعالی کو پسند نہین آیا۔ تو اسکا ایک جواب یہ ہے کہ اول سلاطین کے باب ۱۱۔ آیتہ ۱۱ مین حضرت سلیمان پر کلام خدا کا نازل ہونا بیان ہوا ہے جو نبوت کی دلیل ہے۔ دوسرا یہ کہ اس مقام مین جہان حضرت سلیمان کی کثرت ازواج کا ذکر ہے اس کثرت کا ناپسند ہونا مذکور نہین بلکہ اس قسم کی عورتون کا ناپسند ہوا جنکو حضرت سلیمان نے پسند کیا تہا۔

قطع نظر اس سے ہمکو اس مقام مین حضرت سلیمان کے فعل سے بحث نہین بحث صرف یہ ہے کہ ان مین اسقدر قوت تہی جسکو وہ اسقدر ازواج مین صرف کرتے تہے ایسا ہی آنحضرت صلعم کو سمجہنا چاہیے جنکے فعل کا استحسان بخوبی ثابت ہو چکا ہے۔ انبیا مین یہ قوت بطور خرق عادت پائی گئی ہی جسکا عقلی سر ہم اس خوف سے بیان نہین کرتے کہ مخاطبین کے عقول م

رجوبا وصف قوت رجولیت ہمیشہ مجرد رہی تہی) فی الجملہ مشابہت ثابت کی

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کے انتقال کے بعد آپ نے ان برکات وحسنات کیطرف جو اس مردانہ قوت کے نتائج ہین توجہ فرمائی اور حضرت داؤد علیہ السلام سے مشابہت ظاہر کی ۔

ہمارے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اوصاف انبیاء سابقین کے جامع تہے اور اس مصرعہ کے مصداق ستہ ؎ آنچہ خوبان ہمہ دارند تو تنہا داری ۔ اس لیے آپ سے مختلف اوقات مین مختلف صفات انبیا کا ظہور ہوا ۔ جسکا نتیجہ ایسا ظاہر ہوا جو پہلے انبیا کے اوصاف خاصہ سے ظاہر نہ ہوا تہا آپ کی وصف مشابہہ حضرت مسیح علیہ السلام نے یہ ثابت کیا کہ اخیر عمر مین جو آپ سے کثرت ازدواج وقوع مین آیا اسمین نفس پروری یا شہوت پرستی کا دخل نہ تہا ۔ ہوتا تو اسکا ظہور عالم شباب مین ہوتا ۔ اور آپ کی وصف مشابہ حضرت داؤد سے یہ ثابت ہوا کہ جو قلت اور وحدت نکاح آپ سے اوائل عمر مین ہوئی اسمین عجز ودرماندگی کا دخل نہ تہا ۔ ایسا ہوتا تو پیرانہ سالی مین اسکا خلاف ظہور مین نہ آتا ۔

آپ بالکل مجرد رہتے تو آپ کے دشمن اس وصف کمال کو نامردی پر حمل کرتے صرف ایک پر اکتفا کرتے تو کم طاقتی اور ستر لیبی اور بے نامردی کا مصداق خیال کرتے شروع شباب ہی سے آپ اپنی قوت کو پورے طور پر کام مین لاتے تو آپ کے دشمن آپ پر نفس پروری کا الزام قائم کرتے خدا تعالےٰ نے ان دو متضاد وصفون کے اظہار نتیجہ سے آپ کو دو دو الزامون سے بری کیا ۔

بالجملہ آپ کے متعدد نکاح جو اخیر عمر مین ہوے تہے نفسانی اغراض پر مبنی نہ تہے اور ان اغراض سے بہی خالی نہ تہے جو نکاح سے خصوصیت کے ساتھ مد نظر ہونے ہین و معہذا ان نکاحون کے اعلیٰ مقاصد روحانی اغراض تہے ۔ اور آپ بوجہ سے حکم تحت

سے جو اسے کے لیے مستثنی تھے۔ جیسا کہ حضرت شاہ ولی اللہ اور ایک جماعت سلف کا خیال و مقال ہے۔ یہ حکم سوم کا تتمہ ہے اب بقیہ احکام نکاح کو بیان کیا جاتا ہے۔

چوتھا حکم

عورتوں کے حقوق معاشرت مردوں کے ذمہ ویسے ہی ہیں جیسے مردوں کے عورتوں پر دستور کے موافق ان ہیں ان میں صرف رتبہ کا فرق ہے کہ مرد انکی افسر ہیں اور وہ ماتحت + + + یہ حکم ایک آیۃ قرآنی کا ٹھیک ترجمہ ہے جسکو حاشیہ میں نقل کیا گیا ہے۔

> ولهن مثل الذی علیهن بالمعروف وللرجال علیهن درجة (بقرہ ع ۲۹)

اور اس رتبہ (افسری و ماتحتی) کے وجوہات ایک اور آیۃ میں بیان ہوئے ہیں جسکا مضمون یہ ہے کہ مرد عورتوں کے حاکم یا افسر ہیں (ایک تو اسلیے) کہ خدا تعالی نے ایک گروہ (مردوں) کو دوسرے گروہ (عورتوں) پر قدرتی قوتی و صفات میں غلبہ دیا ہے دوسری وجہ یہ کہ وہ مال خرچ کرتے ہیں لہذا نیک عورتیں وہی ہیں جو خاوندوں کے حکم بردار ہوں اور انکی پیٹھ پیچھے (انکی مال ابرو وغیرہ امور کی جو انکے سپرد ہوں) حفاظت کریں۔ اس احسان کے بدلے کہ خدا انکی حفاظت کرتا ہے (یعنے ان کے خاوندوں سے کراتا ہے)۔

> الرجال قوامون علی النساء بما فضل الله بعضهم علی بعض وبما انفقوا فالصلحت قانتات حافظات للغیب بما حفظ الله (سورہ نساء ع ۷)

اس آیت میں قدرتی افسری کی دو وجہ بیان ہوئی ہیں پہلی **وجہ** کی تفصیل یہ ہے کہ اگرچہ بعض صفات (خوبصورتی ۔ نازک اندامی ۔ بعض امور خانہ داری تربیت اولاد وغیرہ) میں عورتوں کو مردوں پر غلبہ ہے۔ مگر اکثر اوصاف میں جسکو قوت عقلیہ اور عملیہ سے تعلق ہے اور وہ تمدن و خانہ داری سے پورا تعلق رکھتی ہیں۔ مردوں کو عورتوں پر غلبہ ہے۔ **مختلف** ممالک اور مختلف ازمنہ کے حالات دیکھنے سننے سے یقینی تجربہ ہوچکا ہے

کہ مرد عموماً عورتوں کی نسبت عقل میں زیادہ ہوتے ہیں علوم و صنائع کی کمالات میں - فائق مشقت و قوت - اور شجاعت کے کاموں میں ان سے برتر -

جو لوگ اسوقت کے بعض تعلیم یافتہ یورپین لیڈیوں کو مردوں کے مساوی یا ان سے بڑھکر سمجھتے ہیں - وہ ان کا مقابلہ و موازنہ کرنے میں دو غلطیاں کرتے ہیں - ایک یہ کہ ان عورتوں کا مقابلہ اپنے ملک کے نالائق مردوں سے کرتے ہیں - ان لیڈیوں کے ہم وطن و ہم جنس مردوں سے نہیں کرتے دوسری غلطی یہ - صرف ان کے موجودہ صفات (تعلیم وغیرہ) کو جو قوت عقلیہ کے متعلق ہیں پیش نظر رکھتے ہیں اور ان کے مفقودہ صفات (تہور - شجاعت وغیرہ) کو جو قوت عملیہ اور جسمانی طاقت کے متعلق ہیں خیال میں نہیں لاتے اور اگر وہ ان کا مقابلہ ان ہی کے ہموطن مردوں سے کریں - اور ان مردانہ صفات کو جو ان میں مفقود ہیں پیش نظر رکھیں تو انکو ہرگز مردوں کے مساوی قرار نہ دیں

امریکہ کی تعلیم یافتہ عورتوں کا یہ حال سنکر کہ "وہان کے سرکاری خزانہ کے دفتروں کتب خانوں - تجارت گاہوں وغیرہ میں وہ مردوں کی جگہہ کام کرتی ہیں" - وہ لوگ بہت دہوکہ کہاتے ہیں مگر یہ نہیں سوچتے کہ ان حالات کے ساتہہ بھی وہ وہان کے مردوں کے مساوی نہیں ہیں - اور نہ آیندہ مساوی ہو سکیں گی -

عورتوں میں مردوں کی نسبت قدرتی جسمانی کمزوری و معذوری ایسی ہے کہ وہ انکو مردوں کے مساوی کبہی نہ ہونے دیگی چہ جائیکہ وہ ان سے فائق ہو سکیں -

کیا عورت جسکو حمل و رضاعت (دودہ پلانے) کی حالت لازمی ہے کمر کس کر بندوق اٹہا سکیگی یا توپ خانہ میں انکی برابری کرے گی - یا تلوار کے میدان میں سینہ سپر ہوگی یا کسی نہرت غنیم کے حملہ کے وقت اپنے گھر والوں یا قوم کی محافظت کیلیے گہر سے باہر نکل سکیگی - یا وہ حیض و نفاس کی حالت میں جو اسکے لیے نادر الوقوع نہیں ہے - دینی خدمت امامت وغیرہ*

*اس نظر سے اسلام میں عورت کی امامت صحیح نہیں اور عیسائیوں میں بھی یہ مسئلہ زیر بحث ہے کہ عورت خادم الدین ہو سکتی ہے یا نہیں ایکدفعہ امریکہ میں اس مسئلہ پر بحث ہوئی تو پادریوں کے غلبہ رائے سے یہ امر ناجائز قرار دیا گیا -

ادا کر سکین گی

اور یہ جملہ امور مردون سے وقوع مین آتے ہین۔ وہ اپنی بیوی۔ بچون اور قوم کی محافظت وحمایت کے لیے سینہ سپر ہوتے ہین۔ ان کی جان و آبرو بچانے کو اپنی جان توپ و تلوار کے آگے کرتے ہین وعلیٰ ہذا القیاس۔

دوسری وجہ کی تفصیل محتاج بیان نہین ہے۔ کس ملک اور کس زمانہ اور کس قوم کا آدمی یہ علم نہین رکھتا کہ شادی کے وقت سے وقت فرقت تک (طلاق سے ہو خواہ موت سے) مال خرچ کرنے کا متحمل مرد ہی ہوتا ہے۔ عورتین عموماً نہ وا پنے خرچ کی کفیل ہوتی ہین نہ اپنے خاوند کے خرچ کی۔ باوجودیکہ نکاح کے فوائد و نتائج (انس۔ لذت۔ اولاد۔ کثرت انصار و احباب وغیرہ) سے دونو بالاشتراک نفع اٹھاتے ہین۔ بلکہ بعض فوائد سے (جیسے چھوٹے بچون کا ہر وقت دیکھنا) عورتین زیادہ متمتع ہوتی ہین۔

ان دو وجہ سے قرآن کا یہ دعوے کہ مردون کو عورتون پر افسری کا رتبہ ہے بخوبی ثابت ہے۔

اب ہم ان حقوق معاشرت کی بطور تمثیل کسیقدر تفصیل کرتے ہین جن مین اسلام نے عورتون کو مردون کے برابر حقوق عطا کیے ہین جن سے یہ ثابت ہو کہ اس افسری و ماتحتی کے ساتھ عورتون کا کوئی حق جو قدرت نے انکو عطا کیا ہے تلف نہین ہوا۔ بلکہ قدرتی حقوق نسوان کا عین استحکام عمل مین آیا ہے۔

مردون کا عورتون پر اصلی حق (جسکا ادا کرنا عورتون کا لازمی فرض ہے) یہ ہے کہ وہ اس کام مین جو نکاح سے خصوصیت کے ساتھ مطلوب ہوتا ہے ہر وقت انکی فرمانبردار رہین جب وہ اس کام کے لیے انکو بلاوین تو اس سے الوسع انکار کرین اور اسکام کو وہ اپنا ہی حق زوجیت سمجھین دوسرے کو اس حق مین شریک نکرین اور نہ اوسکو ذرائع و وسائل (خلوت مصاحبت۔ بے تکلفی

ملامست بلا ہمراہی محرم مسافرت وغیرہ) مین انکو شریک بنادین ۔ اور اس فرض کو پورا کرنیکی غرض سے وہ خاوندکے گہر مین ہمیشہ حاضر رہین کبہی بلا اجازت خاوند غیر حاضر نہ ہون اوسکے بدلے اور اسکی مثل عورتونکا حق مردون پر یہ ہے کہ وہ بہی ان کی خاص ضرورت کو (جو نکاح سے مطلوب ہوتی ہے) اور باقی سبہی خانگی ضرورتون کو (جو کہانے پینے ۔ پہننے ۔ رہنے کے متعلق ہون) پورا کرین ان ضروریات کے علاوہ مالی احسان سے بہی انکا اعزاز و اکرام کرین (جو شرعاً ادای مہر کہلاتا ہے)

مردون کا عورتون پر دوسرا حق (جسکا ایفا عورتون کا اختیاری فرض ہے) یہ ہے ۔ کہ وہ ان کے مال و اولاد کی محافظت کرین ان کے کہانے پینے پہننے کی ضروریات مین انکو مدد دین اسکے بدلے اور اسکی مثل عورتون کا حق مردون پر یہ ہے کہ وہ قدر وجوب بفصل سابق کے علاوہ بہی انپر مالی احسان کرین اور جو کچہ خود کہائین ان کو کہلائین جو کچہ خود پہنین انکو پہنائین اور ان کے مفوضہ کامون مین زر سے یا ذات سے (جسکے وہ لائق ہون) انکو مدد دین ۔

مردونکا عورتونپر تیسرا حق یہ ہے کہ وہ انکو اپنا افسر و حاکم سمجہکر ہمیشہ انکا ادب* و تعظیم ملحوظ رکہین کبہی گستاخانہ فعل یا قول سے انکا مقابلہ نہ کرین ۔ اور نہ انکی اطاعت سے خارج ہون ادب و تعظیم تو انکا دائمی فرض ہے اور بہرحال لازمی ۔ اطاعت بہی پہلے فرض کے ادا کرنے مین لازمی ہے مگر دوسرے فرض کے ادا کرنے مین اسوقت

*عورت کو مرد کا ادب و اطاعت اور عورت کو خاوند سے محبت کرنے کا حکم عیسائی مذہب مین بہی ہے ۔ افسیون کے نام پولس کے خط باب ۵ مین ہے ۔ اے عورتو اپنے شوہرون کی ایسی فرمانبردار رہو جیسے خداوند کی ۲۲ جیسے کلیسا مسیح کی فرمانبردار ہے ویسے ہی جورو ان سب باتون مین اپنے شوہرون کی ہووین ۲۴ یونہی مردون پر لازم ہے کہ اپنے جورون کو ایسا پیار کرین جیسے اپنے بدن کو ۲۸ عورت اپنے شوہر کا ادب کرے ۳۳ اسی حکم کے موجب اسوقت کے مہذب ملک انگلستان و ہندوستان کے عیسائی نکاح کے وقت عورت سے فرمانبرداری شوہر کا اقرار کراتے ہین گو اسکی تعمیل نہین ہوتی ۔ یا کم ہوتی ہے ۔

تک لازمی ہو جبتک وہ اس فرض کی متعہد و ذمہ وار بنی رہین اس فرض کے متعہد ہو وہ باوجود معافی
چاہکر سبکدوش ہو جاویں تو پھر اس مین اطاعت اختیاری ہو جاتی ہے -
اس کے مقابلہ مین اور اس کی مثل عورتون کا مردون پر یہ حق ہے کہ
وہ ان سے محبت و خوش خلقی سے پیش آوین اور ان پر ایسے جابرانہ احکام نہ
لگاوین جو دستور کے موافق نہ ہون - اور ان کی حیثیت اور طاقت سے
باہر ہون - اور ان کی خفیف تقصیرات اور نافرمانیون سے چشم پوشی کرین -
کوئی ایسی ہی سخت نافرمانی اور بدزبانی دیکھین - تو اسپر بھی ان کو غلامون کی
طرح نہ مارین - اور نہ یکایک طلاق دے دین - بلکہ اس حکمت اور ترتیب سے
ان کی تادیب کرین کہ پہلے ان کو زبانی فہمایش کرین اس سے وہ مطیع نہ ہون تو
ان کو ہم بستری سے محروم کرین - اس سے بھی وہ منفعل نہ ہون تو خفیف سا مارین
(جس مین مونہہ پر ضرب نہ آوے) اس سے بھی ان کی اصلاح نہ ہو اور ان دونو
مین ان بن رہے - تو اس امر کی تحقیق کے لئے کہ ان دونون مین قصوروار کون
شخص ہے - ایک کمیشن قایم کیا جائے - جس مین مرد اور عورت دونون کے
رشتہ دارون مین سے ایک ایک منصف منتخب ہو - اور وہ منصف جس شخص کو
قصوروار اور اپنی فرض کے ادا کرنے مین گنہگار سمجھیں اس کو معقول اور اس فرض کے
ادا کرنے پر مجبور کرین - اور ان مین مصالحت و موافقت کر دین - اور اگر وہ مصالحت
کی کوئی صورت نہ پاوین اور ان مین جدائی کرانے کو ہی پسند کرین - تو جدائی
کرا دین - عورت کا قصور ثابت ہو تو اس سے خاوند کو مہر وغیرہ مال واپس دلائین -
مرد قصوروار ہو تو بلا واپسی مہر طلاق دلائین -
اسی قسم کے اور حقوق ہین جن مین مرد و عورت مین مساوات قائم کی گئی ہے
اور ان حقوق کے مطالبہ کا فریقین کو مساوی حق دیا گیا ہے - چنانچہ آیات

اور احادیث ذیل مین ہمارے اس دعویٰ کا کافی ثبوت موجود ہے۔

(۱) آیۃ سابق الذکر (جس مین مردون کی افسری بیان ہوئی ہے اور عورتون کی محکومی) کے

والّتی تخافون نشوزھن فعظوھن و اھجروھن فی المضاجع واضربوھن فان اطعنکم فلا تبغوا علیھن سبیلا ان اللہ کان علیا کبیرا - وان خفتم شقاق بینھما فابعثوا حکما من اھلہ وحکما من اھلھا ان یریدا اصلاحا یوفق اللہ بینھما ان اللہ کان علیما خبیرا (نساع ۶)

اما الوعظ فانہ یقول لھا اتقی اللہ فان اصرت علی ذالک النشوز فعند ذالک یھجرھا فی المضجع ثم عند ھذہ الھجرت ان بقیت علی النشوز ضربھا ومنھم من قال ینبغی ان یکون الضرب بمندیل ملفوف اوبیدہ ولا یضربھا بالسیاط ولا بالعصاء وبالجملۃ فالتخفیف مراعی فی ھذا الباب علی ابلغ الوجوہ ولما ذکر عند نشوز المراۃ ان الزوج یعظھا ثم یھجرھا ثم یضربھا بین انہ لم یبق بعد الضرب الا المحاکمۃ الی من

متصل ہی ارشاد ہوا ہے۔ جن عورتون سے تمکو یہہ خوف ہو کہ وہ تمہارے حکم سے اخراج کا م کے متعلق ہو خواہ اور امور معروف کے نافرمانی کرتی ہین۔ ان کو (پہلے زبانی سمجھاؤ پھر) سونے مین جدا کرو - وہ تمہارا حکم مان لین تو ان پر کوئی اور راہ مت ڈہونڈو کیونکہ خدا سب سے اوپر اور بڑا ہے (لوگو) اگر تمکو یہہ ڈر ہو کہ (میان بیوی) کی آپس مین اَن بن ہے تو ایک منصف مرد کی جانب سے کھڑا کرو ایک عورت والون سے یہ دونو صلح چاہینگے تو خدا ان مین ملاپ کر دیگا وہ سب کا حال جانتا ہے خبردار ہے

مارنے کی تفسیر حدیث مین (جس کا ذکر عنقریب آتا ہے) یہ ہوئی کہ سخت نہ مارے تفسیرون مین لکھا ہے کہ چابک یا لاٹھی سے ایسا نہ مارے جس سے ہڈی ٹوٹ جائے یا زخم ہوجائے بلکہ ہاتھ سے

يتصف المظلوم من الظالم
(كبير ص۲۱۷ جلد ۳)

واضربوهن ضرباً غير مبرح ولا شائن (بيضاوی ص۱۸۳ و المعالم ص۱۴۲)

قيل هو ان يضربها بالسواك (فتح البيان ص۲۵۵)

ام على الحكمين ان يسعيا في اصلاح ذات البين جهدهما فان قدرا على ذلك عملا عليه وان اعياهما اصلاح حالهما ورأيا التفريق بينهما جاز لهما ذلك من دون امر من الحاكم في البلد ولا توكيل بالفرقة من الزوجين وبه قال مالك والاوزاعي واسحق وهو مروي عن عثمان وعلى وابن عباس والشعبي والنخعي والشافعي وحكاه ابن كثير عن الجمهور قالوا لان الله تعالى قال فابعثوا حكماً من اهله وحكماً من اهلها و هذا نص من الله سبحانه انهما قاضيان لا وكيلان ولا شاهدان وقال الكوفيون وعطاء وابن زيد والحكم وهو احد قولي الشافعي ان التفريق هو الى الامام او الحاكم في البلد لا اليهما.

مارے یا مسواک سے یا لپٹے ہوئے رومال یا کپڑے سے۔

اس آیہ میں گو منصفوں کی تجویز مفارقت کے واجب العمل ہونے کا صریح ذکر نہیں ہے مگر اس تجویز کا واجب العمل ہونا ان کو منصف قرار دینے سے ثابت ہوتا ہے۔ حضرت علی مرتضی کرم اللہ وجہہ کے زمانہ میں ایسا واقعہ پیش آیا تو آپ نے کمیشن قائم کرکے ان کو اس امر میں مجاز و مختار فرمایا کہ وہ مناسب سمجھیں تو ان میں صلح کرا دیں۔ تفرقہ مناسب سمجھیں تو تفرقہ کرا دیں۔

امام مالک و اسحق و اوزاعی وغیرہ اس سے یہہ استنباط کرتے ہیں۔ کہ منصفوں کو بلا حکم حاکم وقت و بلا اجازت زوجین تفریق کا اختیار حاصل ہے اگر وہ تفریق کو مناسب سمجھیں۔

امام ابو حنیفہ اور ایک روایت میں امام شافعی کا یہہ قول ہے کہ حاکم وقت کی اجازت یا زوجین کی وکالت سے ان کو یہہ اختیار حاصل ہوتا

لم یوکلہا الزوج او یامرہا الامام او الحاکم (فتح البیان صفحہ ۵۵)

ہے *

ایک (۲) اور آیت مین ارشاد ہوا ہے

ایمان والو تم کو حلال نہین کہ تم زبردستی عورتون کے وارث بنو اور ان کو اسلئے

یا ایہا الذین امنوا لا یحل لکم ان ترثوا النساء کرھا ولا تعضلوھن لتذھبوا ببعض ما اتیتموھن الا ان یاتین بفاحشۃ مبینۃ وعاشروھن بالمعروف فان کرھتموھن فعسی ان تکرھوا شیئا ویجعل اللہ فیہ خیرا کثیرا ۔ وان اردتم استبدال زوج مکان زوج و اتیتم احدھن قنطارا فلا تاخذوا منہ شیئا اتاخذونہ بھتانا و اثما مبینا ۔ وکیف تاخذونہ وقد افضی بعضکم الی بعض واخذن منکم میثاقا غلیظا (نساء ع ۴)

روک نہ رکھو کہ ان سے اپنے دیئے ہوئے مال سے کچھ واپس لو ۔ بجز اس حالت کے کہ وہ کھلی بے حیائی* کرین ۔ ان سے تم دستور کے موافق گزران کرو وہ تم کو اچھی نہ لگین ۔ تو شاید تم کو ایک چیز بُری لگے اور خدا اس مین بہت سے خوبی رکھے ۔ اور اگر تم ایک عورت کی جگہ دوسری بدلنا چاہو اور اس کو بہت سا مال دے چکے ہو ۔ تو اس کو واپس نہ لو کیا اوس کو ناحق اور صاف گناہ سے لیتے ہو ۔ اور تم اسکو کیونکر لے سکتے ہو ۔ جب ایکدوسری سے ہم بستر ہو چکے ہو اور وہ تم سے گہاڑھا عہد لے چکی ہین *

عورت کے زبردستی وارث بننے کی کئی **صورت** ہین **از انجملہ** ایک صورت بعض مفسرین نے یہہ بیان کی ہے ۔ کہ وہ عورتون سے بلا رغبت و حاجت صرف

---

* کھلی بیحیائی زنا ہے ۔ اور خاوند اور اُس کے رشتہ دارون کو برا کہنا اور تکلیف دینا ۔ (دیکھو تفسیر کبیر صفحہ ۲۵۶ جلد ۳)

قيل الخطاب راى في قوله ترثوا وتعضلوا مع الازواج - كانوا يحبسون النساء من غير حاجة ورغبة حتى يرثوا منهن (اشارة الى بيان ولا يحل الخ) ويختلعن بمهرهن (بيان لقوله وتعضلوهن)

(بیضاوی معہ حاشیہ)

الخاطب في قوله ولا تعضلوهن من هو فيه اقوال الاول ان الرجل منهم قد كان يكره زوجته ويريد مفارقتها فكان يسيء العشرة معها ويضيق عليها لتفتدي منه نفسها بمهرها وهذا القول اختيار اكثر المفسرين فكانه تعالى قال لا يحل لكم التزوج بهن بالاكراه وكذلك لا يحل لكم بعد التزوج بهن العضل والحبس لتذهبوا ببعض ما آتيتموهن-

(کبیر ص ۲۵۶ جلد ۳)

اس نیت سے نکاح کر لیتے کہ وہ مرین تو وہ لوگ ان کے وارث بنین -
روک رکھنے کی اکثر مفسرین نے یہہ **صورت بیان** کی ہے - کہ جو لوگ اپنی عورتون سے ناخوش ہوتے تھے اور ان کو چھوڑنا چاہتے وہ اس نیت سے ان کو تنگ کرتے اور بدسلوکی کر پیش آتے تھے کہ وہ اپنے بدلے مال دیکر اپنے آپ کو ان سے چھڑائین - اس صورت مین ان مال لینے کو خداوند تعالے نے حرام قرار دیا ہے - صرف اسی صورت مین مال واپس لینے کو جائز کیا ہے کہ عورتین کھلی بے حیائی کی مرتکب ہون و معہذا وہ اپنے بدلے مال دے کر خاوندون سے جدا ہونا چاہین - اور خاوند بھی ان کو چھوڑ دینا پسند کرین *

(۳) ایک اور آیہ مین ارشاد ہوا ہے کہ تم کو حلال نہین کہ جو کچھ تم عورتون کو دے چکے ہو (مہر یا اور بخشش)

ولا يحل لكم ان تاخذوا مما آتيتموهن شيئا الا ان يخافا الا يقيما حدود الله

اس مین سے کچھ واپس لو بجز اس حالت کے کہ دونون کو یہہ ڈر ہو کہ وہ اللہ کی حدون کو

قال خفتم الا یقیما حدود اللہ فلا جناح علیہما فیما افتدت بہ (بقرہ ع ۲۹)	(جو حقوق ازواج کے لئے مقرر کئی ہین) قائم نہ رکھ سکینگے - یہہ ڈر ہو تو عورت اپنے بدلے کچھ دیکر اپنے آپ کو چھوڑائے

توان کو گناہ نہین -

اس آیہ مین بھی اسی حالت مین خاوند کو مال لینا حلال کیا گیا ہے جس حالت مین عورت کا قصور ہو - وہ کھُلی بے حیائی کی مرتکب ہو - اور خاوند سے جُدا ہونا چاہے - اس حالت مین حلال نہین کیا گیا - کہ مرد قصوروار ہو - اور بلا قصور زوجہ اوس کو طلاق دینا چاہے ٭

امام رازی نے تفسیر کبیر مین اس آیہ کے ذیل مین کہا ہے - کہ جبکہ خداوند تعالی نے یہہ حکم دیا کہ عورت کو چھوڑ دینا نیکی کے ساتھ ہو تو اس آیہ مین

واعلم انہ تعالی لما امران یکون التسریح مقرونا بالاحسان بین فی ہذہ الایۃ ان من جملۃ الاحسان انہ اذا طلقہا لا یاخذ منہا شیئا من الذی اعطاہا من المہر والثیاب وسائر ما تفضل بہ علیہا وذلک لانہ ملک ٭ بعضہا واستمتع بہا فی مقابلۃ ما اعطاہا فلا یجوز ان یاخذ منہا شیئا ویدخل فی ضنا النہی ان یضیق علیہا	یہہ بیان فرمایا کہ یہہ بات بھی داخل احسان ہے کہ جب کوئی اپنی عورت کو طلاق دے تو جو کچھ وہ اوس عورت کو دے چکا ہو (مہر یا لباس یا اور بخشش) اس مین سے کچھ بھی واپس نہ لے - کیونکہ وہ اس کے شرمگاہ کا مالک اسی مال کے بدلے ہوا اور اس سے نفع اٹھا چکا ہے اب اوس کو حلال نہین کہ اس مین سے کچھ بھی لے اسی مین یہ فعل بھی داخل ہے کہ وہ اوس کو

٭ ہکذا فی الاصل والصحیح بضعہا بتقدیم الصاد علی العین -

ليلجئها الى الافتداء كما قال فى سورة
النساء ولا تعضلوهن لتذهبوا ببعض
ما اتيتموهن وقوله ههنا الا ان يخافا
ان لا يقيما حدود الله هو كقوله
هنالك الا ان ياتين بفاحشة مبينة

× × × × ×

الاقسام الممكنة فى هذا الباب اربعة
لانه اما ان يكون هذا الخوف حاصلا
من قبل المرأة فقط او من قبل الزوج
فقط او لا يحصل الخوف من قبل واحد
منهما او يكون الخوف حاصلا من
قبلهما معا (اما القسم الاول) وهو
ان يكون هذا الخوف حاصلا من
قبل المرءة وذلك بان تكون المرأة
ناشزة مبغضة للزوج فهنا يحل
للزوج اخذ المال منها والدليل عليه
ما رويناه من حديث جميلة مع ثابت
لانها اظهرت البغض فجوز رسول الله
صلى الله عليه وآله وسلم لها الخلع
ولثابت الاخذ فان قيل فقد شرط
تعالى فى هذه الاية خوفهما معا فكيف

تنگ کرے تاکہ وہ ناچار ہو کر اپنے بدلے
مہر واپس دینے پر راضی ہو جائے جسکا
ذکر سورہ نساء مین (یعنی آیہ نمبر ۲ مین)
ہو چکا ہے کہ "تم اون کو اسلئے نہ روک
رکھو کہ اپنے دیئے مال سے کچھہ واپس
لو"۔ اور اس مقام مین جو ارشاد ہوا
ہے کہ بجز اس حالت کے کہ دونون کو
خوف ہو کہ وہ اللہ کی حدین قائم نہ رکھینگے
یہ ویسا ہی ارشاد ہے جو سورہ نساء (آیہ
نمبر ۲ مین) مین ہوا ہے کہ بجز اس حالت
کے کہ عورتین کھلی بے حیائی کی مرتکب
ہون (یعنے عورتون ہی کی بے حیائی کے
خوف کے وقت مہر واپس لینا جائز ہے
نہ مرد کے قصور وار ہونے کے وقت)
اس مدعا کی **تفصیل** امام رازی نے اس
تقریر سے فرمائی ہے کہ اس باب مین
چار قسم کی صورتین پیش آنی ممکن ہین
اول یہ کہ اللہ کی حدون کو قائم نہ رکھنے کا
خوف عورت کی طرف سے ہو۔ دوسری
یہ کہ یہہ خوف مرد کی جانب سے ہو تیسری
یہ کہ یہہ خوف کسی سے جانب سے نہ ہو۔

قلتم انه یکفی حصول الخوف منها
فقط قلنا سبب هذا الخوف وان
کان اوله من جهته المرأة الا انه
قد یترتب علیه الخوف الحاصل
من قبل الزوج لان المرأة تخاف
علی نفسها من عصیان الله فی امر
الزوج وهو یخاف انها اذا لم تطعه
فانه یضربها ویشتمها وربما
زاد علی قدر الواجب فکان الخوف
حاصلا لهما جمیعا فقد یکون ذلك
السبب منهما لامر یتعلق بالزوج و
یجوز ان تکره المرأة مصاحبته ذلك
الزوج لفقره او لقبح وجهه او لمرض
منفر منه وعلی هذا التقدیر
تکون المرأة خائفة من معصیة الله

چوتھی یہ کہ دونو جانب سے ہو۔

قسم اول کی یہہ صورت ہے۔ کہ عورت نافرمان ہو اور مرد سے بغض رکھتی ہو اس صورت مین مرد کو اگر وہ عورت کی درخواست پر اس کو طلاق دینا پسند کرے۔ مال واپس لینا حلال ہے۔ اس پر دلیل وہ حدیث* ہے۔ جس مین جمیلہ سے اوس کے شوہر ثابت کا مال واپس لینا بیان ہوا ہے اس صورت پر کوئی اگر یہہ اعتراض کرے کہ آیہ مین تو دونو کے خوف کی شرط لگائی گئی ہے تم نے صرف عورت کی جانب سے خوف کو مال دلانے کے لئے کافی کہا ہے اسکا جواب یہہ ہے کہ اس صورت مین خوف کا سبب اولاً اگرچہ عورت ہی کی جانب سے پیدا ہوتا ہے۔ مگر مرد کی جانب سے

* یہ حدیث صحیح بخاری وغیرہ کتب حدیث مین اور تفسیر کبیر (صفحہ ۲۹ جلد ۲) وغیرہ تفاسیر مین منقول ہے جسکا خلاصہ مضمون یہ ہے کہ ثابت بن قیس اپنی عورت جمیلہ بنت عبداللہ سے کمال محبت رکھتا تھا۔ اور زوجہ اوس سے کمال عداوت کیونکہ وہ پست قامت تھا۔ سیاہ رنگ اور بدصورت۔ اور جمیلہ خوبصورت تھی جمیلہ نے طلاق کی درخواست کی تو اُسنے باغ کی واپسی پر (جو مہر مین اسکو دے چکا تھا) طلاق دینی منظور کرلی تب آنحضرت نے باغ واپس دلوا کر طلاق دلوادی۔

فی ان لا تطیع الزوج ویکون الزوج
خائفا من معصیة الله تعالی من ان
یقع منه تقصیر فی بعض حقوقها
(القسم الثانی) ان یکون الخوف
من قبل الزوج فقط بان یضربها
ویؤذیها حتی تلتزم الفدیه فهذا
المال حرام بدلیل اول هذه الایه
وبدلیل سائر الایات کقوله ولا
تعضلوهن لتذهبوا الی قوله
اتاخذونه بهتانا واثما مبینا ف
هذا مبالغه عظیمه فی تحریم اخذ
ذلک المال (القسم الثالث) ان لا
یکون هذا الخوف حاصلا من قبل
الزوج ولا من قبل الزوجة وقد
ذکرنا ان قول اکثر المجتهدین ان هذا
الخلع جائز والمال الماخوذ حلال
وقال قوم انه حرام (القسم الرابع)
ان یکون الخوف حاصلا من قبلهما
معا فهذا المال حرام ایضا لان الایات
التی تلوناها تدل علی حرمة اخذ
ذلک المال اذا کان السبب حاصلا

بھی خوف پیدا ہو سکتا ہے۔ عورت مرد
کی نافرمانی کریگی تو وہ اسکو نافرمانی کے
بدلے مارے گا اور برا بھلا کہیگا۔ اور
شاید اپنے حق سے زیادہ بھی مارے۔ اس
وجہ سے دونوں کو خوف حاصل ہو سکتا ہے۔
(گو اوس کا اصل سبب عورت سی ہے)
اور اگر عورت کی نافرمانی مرد کی نفرت
انگیز بیماری یا فقیری یا بدصورتی کی سبب
ہو تو اس سے بھی مرد کو اس کی حق تلفی کا
خوف پیدا ہو سکتا ہے۔

قسم دوم کی یہہ صورت ہے کہ
مرد عورت کو ناحق مارے۔ اور اس
نیت سے تکلیف دے کہ وہ اپنے
بدلے مال دینے پر راضی ہو جائے اس
صورت مین مرد کو مال لینا حرام ہے جسپر
اس آیہ کا پہلا فقرہ دلیل ہے (جس مین
یہہ حکم ہے کہ عورت کو چھوڑو تو احسان
کے ساتھہ چھوڑو۔) ایسی ہی اور آیات
جو اوپر بیان ہوئی ہین ان آیات مین
اس مال کی حرمت کو بہت مبالغہ سی بیان
کیا گیا ہے۔

الزوج ولیس فیہ تقیید بان یکون من جانب المرأۃ ذلک ام لا و لان اللہ تعالیٰ ذکر ہذا القسم ایۃ اوخرے وہو قولہ تعالیٰ وان خفتم شقاق بینہما الایۃ ولم یذکر فیہ تعالیٰ حل اخذ المال۔
(کبیر صفحہ ۳۲۴ جلد دوم)

قسم سوم کی یہہ صورت ہے کہ یہ خوف کسی جانب سے نہ ہو نہ مرد کی اور نہ عورت کی اسکا حکم ہم بیان کر چکے ہین کہ اکثر مجتہدین کا خیال ہے کہ اگر عورت اپنی خوشی سے مال دیتی ہے۔ تو مرد کو اس کا لینا جائز ہے۔ اور ایک جماعت کا (جیسے امام زہری۔ نخعی اور داؤد ہین) یہ قول ہے۔ کہ اس صورت مین مرد کو مال واپس لینا حرام ہے*

قسم چہارم یہ کہ دونو جانب سے خوف ہو۔ اس صورت مین بھی مرد کو مال واپس لینا حرام ہے۔

آیات مذکورہ سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر مرد کی جانب قصور ہو تو اس کو مال واپس لینا حرام ہے۔

---

* اسپر دلیل یہ قول خداوندی ہے کہ "تم کو خوف ہو تب مال لو" جمہور اس دلیل پر تمسک کرتے ہین کہ عورت بحالت پابندی نکاح اپنی خوشی سے مہر بخش دے تو بالاتفاق جائز ہے پھر بحالت فسخ نکاح جس مین اسکو آزادی حاصل ہوتی ہے اپنی خوشی سے مہر بخش دے تو کیون جائز نہین اسکا جواب یہہ ہے کہ اس حالت مین جبکہ نکاح قائم رکہنے مین کوئی خوف معصیت نہ ہو طلاق لینا عورت کو حلال نہین تو پھر اسکے بدلے اور اس طلاق کے سبب مرد کو مہر لینا کیونکہ حلال ہو سکتا ہے نکاح کی حالت قیام مین مہر بخشدینا نکاح کو اور پختہ کرتا ہے اور محبت کو بڑہاتا ہے اسپر حالت فسخ بلا ضرورت کا قیاس۔ قیاس مع الفارق ہے۔

اور اس مین یہ قید نہین کہ عورت قصوروار ہو تب ہی مال لینا حرام ہے اس صورت کا حکم ایک اور آیہ مین بھی بیان ہوا ہے - جسکا مضمون یہہ ہے کہ دونو مین اَن بَن ہو تو دونو جانب سے ایک منصف مقرر کرنا چاہیے (جسکا ذکر آیہ نمبر ا مین ہوا ہے) اس آیہ مین بھی یہ بیان نہین ہوا - کہ مرد کو اس صورت مین مال واپس لینا حلال ہے - **اس کلام** ہدایت نظام مین **امام رازیؒ** نے بخوبی ثابت کیا ہے کہ مرد کو اسی حالت مین مال واپس لینا حلال ہے جبکہ عورت قصوروار ہو اور پھر وہ نکاح کو فسخ کرانا چاہیے اور جس حالت مین مرد کا قصور ہو اور اس وجہ سے نکاح فسخ کرنا پڑے تو اُسکو مال لینا ہرگز حلال نہین ہے -

ایک اور آیہ مین ارشاد ہے - "اگر کوئی عورت اپنے خاوند سے نگاہ اُٹھا لینے یا جی پھیر لینے کا ڈر رکھے تو اُن کو گناہ نہین کہ دونو آپس مین صلح کر لین صلح خوب چیز ہے (مگر) جیون کے سامنے حرص دہری ہے - (مردو!) اگر تم نیک سلوک اور پرہیزگاری کروگے - تو خدا کو تمہارے کامون کی خبر ہے × × اور اگر وہ آپس مین جدائی اختیار کرین تو اللہ ہر ایک کو اپنی وسعت سے بے پروا کر دیگا وہ کشایش والا ہے با حکمت :"

وان امراة خافت من بعلها نشوزا اواعراضا فلا جناح عليهما ان يصلحا بينهما صلحا - والصلح خير واحضرت الانفس الشح وان تحسنوا وتتقوا فان الله كان بما تعملون خبيرا × × × وان يتفرقا يغن الله كلا من سعته وكان الله واسعا حكيما -
(نساع ۱۹)

نگاہ اُٹھا لینا تکبر و ترفع سے (جو نشوز کے اصلی معنی ہین) جسکا لازمہ یہہ ہے کہ مرد عورت کو برا بھلا کہے یا ہاتھ سے تکلیف دے - **جی پھیر لینا** طبعی بے رغبتی

المراد بالنشوز اظهار الخشونة فی القول او الفعل او فیهما والمراد من

الاعراض السکوت عن الخیر والشر والمداعاة والایذاء
(کبیر ۶۴۷ جلد ۳)

سے جس کا لازمہ نہیہ ہے کہ مرد اس کا ہم بستر نہ ہو۔ گو زبان یا ہاتھ سے تکلیف بھی نہ دے۔

ان آیات مین اس عورت کا حکم بیان ہوا ہے جسکے خاوند نے دوسری عورت

الایة نزلت فی عمرة ویقال فی خویلة بنت محمد بن مسلمة وفی زوجها اسعد بن الربیع ویقال رافع بن خدیج تزوجها وهی شابة فلما علاها الکبر تزوج علیها امرأة شابة وآثرها علیها وجفا ابنة محمد بن مسلمة فاتت رسول الله صلی الله علیه وآله واصحابه وسلم فشکت الیه × × × فلاجناح علیهما ان یصلحا بینهما صلحا یعنی فی القسم والنفقة وهو ان یقول الزوج لها انك قد دخلت فی السن وانی ارید ان اتزوج امرأة شابة جمیلة اوثرها علیك فی القسمة لیلا ونهارا فان رضیت بهذا فاقیمی وان کرهت خلیت سبیلك فان رضیت کانت هی المحسنة ولا تجبر علی ذلك وان لم ترض بدون حقها کان علی الزوج ان یوفیها حقها

سے جو اس سے بہتر اور نوجوان ہو نکاح کر لیا ہو اور اس وجہ سے وہ اس سے بے رغبت ہو گیا ہو۔ اُس عورت کو خداوند تعالیٰ نے دو امرون سے ایک کا (جسکو وہ پسند کرے) اختیار دیا ہے (۱) اگر وہ اسی مرد کے نکاح مین رہنا چاہے اور اس مین اپنا فائدہ وعزت سمجھے تو اس کی اسی حالت بے رغبتی یا کم توجہی پر خوش رہے۔ اور اسکو نوبت وغیرہ حقوق معاف کر دے (۲) یہ امر اسکو منظور نہو تو اس سے طلاق لے جسیا کہ مرد پر دو امرون سے ایک امر واجب ہے اسکو نوبت ونفقہ وغیرہ حقوق پورے دے (۲) یا اسکو احسان کے ساتھ طلاق دیکر رخصت کرے۔

ایک اور آیہ مین ارشاد ہے تمہاری عورتین تمہاری پوشاک ہین۔ اور تم ان کی پوشاک۔ اس آیہ مین جملہ

من القسم والنفقة ويسرحها باحسان (معالم التنزيل ص ۲۵۶) هن لباس لكم وانتم لباس لهن (بقره ع ۳) يحتمل ان يكون المراد ستره بها عن جميع المفاسد التي تقع في البيت لو لم تكن حاضرة كما يستر الانسان بلباسه عن الحر والبرد وكثير من المضار (جلد ۲ تفسير كبير ص ۲۰۰)	حقوق ازواج کی محافظت کا حکم ہے اور یہہ ارشاد ہے کہ عورتین تمہاری ان سب مفاسد و تکالیف سے جو عورتوں کے نہ ہونے کے وقت تمکو لاحق ہوتی ہین- محافظ و سپر و ساتر ہین- تم بھی ان کے محافظ اور سپر و ساتر بنے رہو-

ایک اور آیۃ مین ارشاد ہوا ہے- مطلقہ عورتون کو گھر سے نہ نکالو

لا تخرجوهن من بيوتهن ولا يخرجن الا ان ياتين بفاحشة مبينة × اسكنوهن من حيث سكنتم من وجدكم ولا تضاروهن لتضيقوا عليهن × لينفق ذو سعة من سعته ومن قدر عليه رزقه فلينفق مما آتاه الله (طلاق ع ۱)	نہ وہ خود نکلین بجز اس حالت کے کہ وہ بیحیائی کی مرتکب ہون × تم انکو اپنی توفیق کے موافق وہان بساؤ- جہان خود رہتے ہو- اور انکو ضرر نہ پہنچاؤ جس سے انکو تنگی ہو× انکو وسعت والا اپنی وسعت کے موافق خرچ دے اور

جسکو تنگی سے رزق ملتا ہے وہ خدا کی اسی دی ہوئی سے دے-

ان آیات مین اگرچہ مطلقہ کے نفقہ اور سکنی کا حکم بیان ہوا ہے مگر باتفاق اہل اسلام زوجہ غیر مطلقہ کا بھی یہی حکم ہے- اسی نظر سے مفسرین نے اس حکم

والتقدير المذكور مسلم في نفقة الزوجة ونفقة المطلقة اذا كانت رجعية مطلقا او بائنا حاملا قال سليمان الجمل (فتح البيان ص ۱۵۹ ج ۴)	مین غیر مطلقہ زوجہ کو بھی شامل کیا ہے- تفسیر فتح البیان مین نفقہ کی حد امام شافعی سے نقل کرکے شیخ سلیمان جمل سے نقل کیا ہے کہ زوجہ کے نفقہ کی بھی یہی حد ہے-

امام رازی نے **تفسیر کبیر** مین زوجہ کے لئے گھر سے باہر نہ نکلنے کی یہہ وجہ بیان کی ہے کہ جب تک میان بیوی کا نکاح قائم رہے ان کا مقصود یہہ ہوتا ہے کہ وہ باہم عیش کرین اور ایک دوسرے سے نفع اوٹھاوے اور یہ مقصود تب ہی پورا ہو سکتا ہے کہ عورت خاوند کے لئے اوقات ضرورت مین تیار رہے اور تیاری اُسی وقت ہو سکتی ہے۔ جب کہ خاوند عورت کے کھانے پینے۔ پہننے کا سامان اور رہنے کی جگہ مہیا کر دے یہ سبھی چیزین اُسی تیاری کے وسایل واسباب ہین

ان الزوجین ما دام انا بتین علی النکاح فانما مقصودهما المعاشرة والاستمتاع ثم لابد فی تمام ذالك من ان تکون المرأة مستعدة له لاوقات حاجة الیها وهذا لایکون الا بان یکفیها فی نفقتها کطعامها وشرابها وادمها و لباسها وسکناها وهذه کلها داخلة فی احصاء الاسباب التی بها یتم کل ما ذکرنا من الاستمتاع (کبیر ص۲۲۵ جلد ۸)

اسکے بعد انہون نے یہ ثابت کیا ہے کہ عورت طلاق کے بعد بہی جب تک کہ عدت مین ہو شوہر کے گہر سے باہر نہین نکل سکتی۔" ان ایات سے مردون اور عورتون کے جملہ **حقوق** مفصلہ بالا ثابت ہوئے **اب ہم** اسکی تائید و تفصیل مین **احادیث نبویہ** بیان کرتے ہین۔

(۱) ایک حدیث مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مردون کے حقوق قسم دوم اور عورتون کے حقوق قسم اول و دوم کی بابت ارشاد فرمایا ہے کہ تم سب چرواہے یا محافظ ہو اور تم کو اس چیز کی بابت جو تمہاری حفاظت مین ہے سوال ہوگا۔ امام یا حاکم وقت بھی چرواہا ہے اور اس سے اوسکی رعیت کی بابت

عن عبد الله بن عمر یقول سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول کلکم راع وکلکم

مسئول عن رعيته الامام راع ومسئول عن رعيته والرجل راع في اهله وهو مسئول عن رعيته والمراة راعية في بيت زوجها ومسئولة عن رعيتها والخادم راع في مال سيده ومسئول عن رعيته قال وحسبت ان قال والرجل راع في مال ابيه وهو مسئول عن رعيته وكلكم راع ومسئول عن رعيته (صحیح بخاری ص ۱۲۲)	پوچھا جائیگا۔ مرد اپنے اہلخانہ کا محافظ ہے اس سے ان کی بابت پوچھا جائیگا عورت شوہر کے گھر کی محافظ ہے۔ اوس سے اس گھر کی بابت سوال ہوگا۔ نوکر اپنے آقا کے مال کا محافظ ہے۔ اس سے اوس مال کی بابت سوال ہوگا۔ بیٹا باپ کے مال کا محافظ ہے۔ اس سے اس مال کی محافظت کا سوال ہوگا۔ (الغرض) تم سب ہی محافظ ہو۔ تم سے اپنی اپنی حفاظت کی چیز سے سوال ہوگا۔

ایک (۲) اور حدیث مین عورتون کے حقوق قسم سوم کی بابت ارشاد ہوا ہے

عن ابي هريرة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال المراة كالضلع ان اقمتها كسرتها وان استمتعت بها استمتعت بها وفيها عوج (صحیح بخاری ص ۷۷۹)	کہ عورت پسلی کی مانند (ٹیڑھی) ہوتی ہے اسکو سیدھا کروگے تو ٹوٹ جائیگی۔ اس سے کام لینا چاہتے ہو تو ٹیڑھی ہی سے کام لو۔

ایساہی ایک اور (۳) حدیث مین ارشاد ہوا ہے۔ مومن مرد مومن عورت سے (بالکل

عن ابي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يفرك مؤمن مومنة ان كره منها خلقا رضي منها اخر (صحیح مسلم ص ۴۷۵)	ہی) ناخوش نہین ہوتا اس کی کوئی ایک بات اس کو ناپسند ہوگی تو دوسری پسند آجائیگی۔ (یعنے اس کو ایسا کرنا لازم ہے)

ایساہی ایک اور (۴) حدیث مین فرمایا ہے۔ سب سے کامل الایمان وہ مومن ہے

وعن ابي هريرة قال قال رسول الله	جسکے اخلاق اچھے ہون۔ اور سب

صلی اللہ علیہ وسلم اکمل المؤمنین ایمانا احسنہم خلقا وخیارکم خیارکم لنسائہم (ترمذی ص۱۳۸)	سے اچھا وہ ہے۔ جو اپنے اہل خانہ کے حق میں اچھا ہے۔

حجۃ الوداع میں خطبہ کے ضمن میں مردوں کے حقوق قسم اول اور عورتوں کے جملہ حقوق کی بابت ارشاد ہوا ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاتقوا اللہ فی النساء فانکم اخذتموھن بامان اللہ واستحللتم فروجھن بکلمۃ اللہ ولکم علیھن ان لا یوطئن فرشکم احدا تکرھونہ فان فعلن ذلک فاضربوھن ضربا غیر مبرح ولھن علیکم رزقھن وکسوتھن بالمعروف (صحیح مسلم ص۳۹۷)	عورتوں کے معاملات میں تم خدا سے ڈرتے رہو۔ تمنے انکو خدا کی امان سے (نکاح میں) لیا ہے اور خدا کے حکم سے انکے شرمگاہوں کو اپنے لیے حلال کیا ہے تمہارا حق اُنپر یہہ ہے کہ وہ تمہاری جگہ یا گھروں میں کسیکو جسکا آنا تم پسند نکرو آنے

دیں۔ وہ ایسا کریں تو تم انکو ہلکا سا مارو۔ انکا حق تمپر یہ ہے کہ تم دستور کے موافق انکو کہانا اور لباس دو۔ یہہ حدیث صحیح مسلم میں ہے۔

ترمذی وغیرہ کی حدیث (۶) میں اس موقع پر مارنے کی وہی ترتیب مذکور ہے

ثم قال استوصوا بالنساء خیرا فانما ھن عندکم عوان لیس تملکون منھن شیئا غیر ذلک الا ان یاتین بفاحشۃ مبینۃ فان فعلن فاھجروھن فی المضاجع واضربوھن ضربا غیر مبرح (ترمذی ص۱۳۸)	جو قرآن سے بیان ہو چکی ہے یعنی پہلے سونے میں جدا کرو پھر ہلکا سا مارنا۔ نیز یہ بھی تصریح ہے کہ وہ کھلی بے حیائی کے مرتکب ہوں تب ان کو مارو جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ ادنے ادنے امور

خانہ داری یہ کہ آج ہانڈی میں نمک کیوں زیادہ ہو گیا ہے۔ اور آج کھانا کیوں دیر میں پکے۔ اور ہمارا کپڑا کیوں نہیں دھویا وعلی ہذا القیاس انکو مارنے کا حق نہیں ہے۔

ایک اور حدیث(۷) میں عورتوں کے حقوق قسم سوم کی بابت ارشاد ہوا ہے کہ

عن عبد الله بن زمعة عن النبي صلى الله عليه وسلم قال لا يجلد أحدكم امرأته جلد العبد ثم يجامعها في آخر اليوم (صحیح بخاری ص۷۸۴)

وہ اپنی عورتوں کو ایسا نہ ماریں جیسا غلاموں کو مارا کرتے ہیں پھر آخر اُن ہی سے ہم بستر ہونگے۔

ایسا ہی ایک اور حدیث(۸) میں ذکر ہے۔ کہ آنحضرتؐ نے حکم دیا کہ عورتوں کو نہ

عن عبد الله بن أبي ذباب قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تضربوا إماء الله فجاء عمر إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال ذئرن النساء على أزواجهن فرخص في ضربهن فأطاف بآل رسول الله صلى الله عليه وسلم نساء كثير يشكون أزواجهن فقال النبي صلى الله عليه وسلم لقد طاف بآل محمد نساء كثير يشكون أزواجهن ليس أولئك بخياركم (ابوداؤد ص۲۹۱) في رواية النسائي على ما ذكره الشوكاني سبعون امرأة۔

مارا کرو۔ حضرت عمر رضی فاروق اگر شاکی ہوئے کہ عورتیں اب دلیر و نافرمان ہوگئی ہیں۔ تب پھر آنحضرت نے انکو مارنے کی اجازت دی تو بہت سے عورتیں آنحضرت کے گھر میں خاوندوں کی شکایت لیکر پہنچیں۔ جب پہ آنحضرت نے فرمایا ہمارے گھر میں بہت سے عورتیں (بعض روایتوں میں اُن کی تعداد ستر(۱۰) بیان ہوئی) خاوندوں کی شکایت لیکر آئیں تھیں۔ وہ لوگ اچھے آدمی نہیں ہیں۔

ایک اور حدیث(۹) میں عورتوں کے دوسرے اور تیسرے حقوق کی بابت ارشاد

عن معاوية القشيري قال أتيت رسول الله صلى الله عليه وسلم فقلت ما تقول في نسائنا قال أطعموهن مما تأكلون واكسوهن مما تكتسون ولا تضربوهن ولا تقبحوهن (ابوداود ص۲۹۱)

ہوا ہے۔ کہ جو کچھ خود کھاؤ وہی عورتوں کو کھلاؤ۔ اور جو کچھ خود پہنو وہی عورتوں کو پہناؤ اور انکو منہ پر نہ مارو اور نہ انکو برا کہو۔

ایک اور حدیث[1] مین مردوان کے حقوق قسم اوّل کی بابت ارشاد ہوا ہے کہ جب عورتون کے خاوند انکو بستر کی طرف بلائین۔ تو وہ اس سے انکار نہ کرین۔ جو عورت ایسا کریگی۔ اسکو تمام شب فرشتے لعنت کرتے رہینگے۔

عن ابی هريرة عن النبي صلى الله عليه وسلم قال اذا دعا الرجل امرأته الى فراشه فابت ان تجئ لعنتها الملائكة حتى تصبح (صحيح بخاری ص [illegible])

ایساہی ایک اور حدیث[1] مین فرمایا ہے۔ کہ کسی عورت کو حلال نہین ہے کہ وہ خاوند کے گہر پر موجود ہونے کے وقت بلا اجازت خاوند روزہ رکہے۔ اور نہ یہہ حلال ہے کہ اسکی اجازت کے بغیر اسکے گہر مین آنیکی کسی کو اجازت دے۔

عن ابی هريرة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لا يحل لامرأة ان تصوم وزوجها شاهد الا باذنه ولا تأذن في بيته الا باذنه (صحيح بخاری ص [illegible])

ایساہی ایک اور حدیث مین ارشاد ہوا ہے۔ کہ کوئی مرد کسی عورت سے خلوت نہ کرے اور فرمایا جہان مرد کی (اجنبی) عورت سے خلوت ہو وہان انمین تیسرا شیطان ہوتا ہے۔

عن ابن عباس عن النبي صلى الله عليه وسلم قال لا يخلون رجل بامرأة الا مع ذي محرم۔ (بخاری ص [illegible])

ایساہی عورتون کے حقوق قسم اول کی بابت ایک صحابی (عبداللہ بن عمرو) سے مخاطب ہوکر آپ نے فرمایا ہے ہمنے سنا ہی کہ تم ہمیشہ روزہ رکہتے ہو اور تمام شب تہجد پڑہتے ہو۔ انہون نے کہا ہان یا رسول اللہ صلعم۔ آپ نے فرمایا ایسا مت کرو روزہ بہی رکہو۔ افطار بہی کرو۔ تہجد بہی پڑہو۔ سوبہی رہو۔ تمہارے

عن عبد الله بن عمرو بن العاص قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يا عبد الله الم اخبر انك تصوم النهار وتقوم الليل قلت بلى يا رسول الله صلعم قال فلا تفعل صم وافطر وقم ونم فان لجسدك عليك حقا وان لعينك عليك

حقاً وان لزوجك عليك حقاً۔ (بخاری ص۲۸۳)	جسم کا بھی تمپر حق ہے آنکھ کا بھی حق ہے۔ تمہاری بیوی کا بھی تمپر حق ہے۔

قتادہ اور شعبی تابعیون سے مروی ہے(۱۲)۔ کہ حضرت عمر فاروق کے

اخرج عبد الرزاق فی مصنفہ عن قتادۃ والشعبی قالا جاءت عمر امرأۃ فقالت زوجی یقوم اللیل ویصوم النہار فقال عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ لقد احسنت الثناء علی زوجك فقال كعب بن سوار لقد شكت فقال عمر بن الخطاب كيف قال تزعم انه ليس لها من زوجها نصيب قال فاذا قد فهمت ذلك فاقض بينهما قال يا امير المومنين احل الله له من النساء اربعاً فلها من كل اربعة ايام يوم ومن كل اربعة ليال ليلة۔ (تاریخ الخلفاء ص۹۶)	حضور مین ایک عورت نے اپنے خاوند کا یہ حال بیان کیا کہ وہ تمام شب نماز پڑھتا ہے۔ اور ہمیشہ روزہ رکھتا ہے۔ آپنے فرمایا تونے اپنے خاوند کی تعریف کی ہے۔ کعب بن سوار نے (حاضرین سے) کہا کہ یہ گلہ کرتی ہے۔ کہ اسکو خاوند سے کچھ عیش میسر نہین حضرت عمرؓ نے فرمایا تمنے اسکا مطلب سمجھا ہے تو اسکا فیصلہ بھی تم ہی کردو۔ انہون نے فرمایا خدا تعالے نے مرد کے لئے چار عورتین مباح کی ہین۔ پس (ایک عورت) کو

(کم سے کم) چار دنون سے ایک دن اور چار راتون مین سے ایک شب اپنے خاوند سے عیش حاصل کرنا چاہیے۔

سپاہی لوگ(۱۳) جو لشکرون کے ساتھ سفر مین رہتے اور اپنی عورتونکے حقوق قسم اول ادا نہ کر سکتے۔ ان کے نام حضرت عمر فاروق نے یہ احکام جاری کئے تھے کہ چار مہینے سے زیادہ کوئی لشکری گھر سے باہر نہ رہے۔ اس باب مین ایک عجب

واخرج ابن جریج قال اخبرنی من اصدق فبينا عمر هو يطوف سمع	لطیف قصہ ابن جریج نے نقل کیا ہے۔ کہ حضرت عمر پھرتے تھے کہ آپنے

امرأة تقول: تطاول هذا الليل و
اسود جانبه * وأرقني ان لا خليل
الاعبه * فلولا حذار الله لا شئ مثله
لزعزع من هذا السرير جوانبه * فقال
عمر ومالك قالت اغزبت* زوجي
منذ اشهر وقد اشتقت الله قال
اردت سوأ قالت معاذ الله فقال
فاملكي عليك نفسك فانما هو البريد الیه
فبعث اليه ثم دخل على حفصة فقال
اني سائلك عن امر قد اهمني فافرجيه
عني كم تشتاق المرأة الى زوجها
فخفضت راسها واستحيت فقال
ان الله لا يستحي من الحق فاشارت
بيدها ثلثة اشهر والا فاربعة فكتب
عمر ان لا يحبس الجيوش فوق اربعة اشهر
(تاریخ الخلفاء ص۹۷)

ایک عورت کو اس مضمون کی رباعی کہتی
سُنا۔ یہہ رات بڑہ گئی ہے اور اسکی
اطراف مین سیاہی چہا گئی ہے۔ مجہے
اس الم نے بے خواب کر رکہا ہے کہ مین
اپنے دوست کو نہین پاتی جس سے
مین کہیلتی۔ خدا کا خوف نہوتا جسکے برابر
کوئی چیز نہین ہے تو یہ (میری) چارپائی
ہلائی جاتی" حضرت عمر نے فرمایا تجہے
کیا ہوا ہے۔ اُس نے عرض کیا کہ آپ نے
میرے خاوند کو کئی مہینون سے لڑائی
مین بہیج رکہا ہے۔ مین اسکے شوق
مین یہہ بات کہہ رہی ہون۔ آپ نے فرمایا
کیا تو بدکاری کا ارادہ رکہتی ہے اُسنے
عرض کیا خدا کی پناہ۔ آپ نے فرمایا
تو صبر کر بس اب قاصد جانے کی دیر ہے
پہر آپ نے اوسکی طرف قاصد بہیجدیا۔

اور آپ اپنی صاحبزادی حفصہ (آنحضرت کی زوجہ مطہرہ) کے پاس پہنچے۔ اور اُن سے استفسار کیا کہ عورت اپنے خاوند کی (یعنے جو مسافرت مین ہو) کتنے دنون کے بعد شائق اور طالب ہوسکتی ہے۔ انہون نے جواب دینے سے شرم کرکے سر جہکا لیا۔ تو آپ نے فرمایا حق کے بیان مین خدا تعالے نے شرم نہین کی تب

* من الغزو او ہو اغربت من الغربۃ فمعناہ نفقدتہ وجعلتہ غریبا۔

انہوں نے اشارت سے یہہ جواب دیا کہ تین مہینے یا (نہایت) چار مہینے کے بعد۔ پس آپ نے یہ احکام جاری فرمائے کہ چار مہینے کے بعد لشکر باہر زمین یعنے باہر والے گھر کو آوین۔ اور ان کے بدلے اور لشکر موقع جنگ پر روانہ کئے جاوین۔

ایک اور حدیث(۱۴) مین عورتون کے مالی حقوق قسم اول کی بابت ارشاد ہوا ہے۔ کہ سب سے پہلے اپنے عیال کو خرچ دو۔ بیوی شوہر کو کہہ سکتی ہے۔ کہ مجھے خرچ دے یا طلاق دے۔ راوی حدیث سے کسی نے پوچھا۔ یہ قول ہی آنحضرت کا ہے۔ انہون نے یہہ جواب دیا۔ نہین تو کیا میری جیب سے نکلا ہے؟ بعض محدثین اس جواب کے معنی یہ قرار دیتے ہین۔ کہ یہ قول آنحضرت نے نہین فرمایا میںنے از خود کہا ہے ؟

عن ابی هريرة رض قال النبی صلی الله عليه وسلم ابدء بمن تعول تقول المرأة اما ان تطعمنی واما ان تطلقنی قالوا يا اباهريرة سمعت هذا من رسول الله صلی الله عليه وسلم قال لا هذا من كيس ابی هريرة - (بخاری ص۸۰۶) هذا انكار علی السائلين يعنی ليس هذا الامر رسول الله صلی الله عليه وسلم (كرمانی)

اسکے(۱۵) مطابق حضرت سعید بن المسیب تابعی سے مروی ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم ہے کہ جو شخص اپنی بیوی کو خرچ نہ دے سکے اسکی زوجہ کو اس سے جدا ہو جانے کا اختیار دیا جاوے۔

عن سعيد بن المسيب فی الرجل لا يجد ما ينفق علی اهله قال يفرق بينهما اخرجه سعيد بن منصور عن سفيان عن ابی الزناد قال فقلت لسعيد سنة قال سنة - وهذا مرسل قوی

ایسا ہی(۱۶) حضرت عمر فاروق سے مروی ہے۔ کہ آپ نے لشکرون کے کمان افسرون کے نام احکام جاری کئی

وعن عمر رضی الله عنه انه كتب الی امراء الاجناد فی رجال غابوا عن

نسائهم ان يأخذوهم ان ينفقوا او يطلقوا۔ فان طلقوا بعثوا نفقة ما حبسوا اخرجه الشافعي ثم البيهقي باسناد حسن۔ (بلوغ المرام و نيل الاوطار ص ۲۶۶)

کہ جو لشکری اپنی بیوی سے غائب ہیں وہ ان کی اخراجات ارسال کریں یا انکو طلاق دیں۔ اور جس عرصہ تک وہ انکے نکاح میں رہی ہوں۔ اس عرصہ کا خرچ بھی بھیجدیں۔

ایسا ہی حضرت علی مرتضیٰ اور ابوہریرہ (صحابہ) اور حسن بصری وحماد وغیرہ

استدل به وبحديث ابي هريرة الآخر على ان الزوج اذا اعسر عن نفقة امرأته واختارت فراقه فرق بينهما واليه ذهب جمهور العلماء كما حكاه في فتح الباري وحكاه صاحب البحر عن الامام علي مرتضى رضي الله عنه وعمر وابي هريرة والحسن البصري وسعيد بن المسيب وحماد وربيعة ومالك واحمد بن حنبل والشافعي والامام يحيى وحكى صاحب الفتح عن الكوفيين انه يلزم المرأة الصبر وتتعلق النفقة بذمة الزوج وحكاه في البحر عن عطاء والزهري والثوري والقاسمية وابي حنيفة واصحابه واحد قولي الشافعي له۔ (نيل الاوطار ص ۲۶۶ ج ۶)

(تابعین) اور امام مالک و امام احمد و امام شافعی وغیرہ جمہور علماء سے مروی ہے۔ ان سب کا قول یہ ہے کہ مرد نادار ہو جائے اور عورت تنگدستی کے سبب اس سے طلاق چاہے تو انہیں جدائی کرلینی جائے۔ بعض علماء کا یہ قول ہے کہ وہ عورت صبر کرے یہاں تک کہ خدا اسکے شوہر کو وسعت دے۔ مگر دلائل کے رو سے یہی مذہب قوی ہے۔ کہ عورت کو طلاق لینے کا اختیار حاصل ہے ان دلائل کی تفصیل ہم ایک مستقل مضمون میں عنقریب کرینگے انشاء اللہ۔

یہ اختلاف علما حکم تفریق اور صبر مین اسی حالتمین ہے۔ کہ شوہر صرف نادار ونا چار ہو۔ اور اگر وہ صاحب وسعت اور مالدار ہو کر عورت کو کچھ خرچ نہ دے تو اسکی مظلوم عورت کی بابت جدائی کرانے مین ہمنے کوئی اختلاف سلف یا خلف مین نہین پایا۔ اور ظاہر نصوص قرآن وحدیث جنمین یہ بیان ہے کہ مردون کو عورتون پر مال خرچ کرنے کے سبب رتبہ افسری وتسلط حاصل ہے۔ اور ضرر رسانی عورتون کی حرام ہے۔

> الرجال قوامون على النساء بما فضل الله بعضهم على بعض وبما انفقوا (ن ع ۶) ولا تمسكوهن ضرارا لتعتدوا ومن يفعل ذلك فقد ظلم نفسه (بقرہ ع ۲۹)

اس فراق کے استحقاق پر صریح دلائل ہین۔

مردون اور عورتون کے حقوق قسم دوم کا ذکر بہت سے احادیث وآثار مین پایا جاتا ہے۔ ازانجملہ ایک دو احادیث کے ذکر پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

ایک حدیث[17] مین ذکر ہے۔ کہ حضرت سیدہ النساء فاطمہ الزہرا اپنے گھر کا آٹا خود پیسا کرتین تھے کہ آپ کے مبارک ہاتھون مین گٹے پڑ گئے تھے۔ ایک دن آپ خادم کی درخواست کے لئے آنحضرت صلعم کے حضور مین پہنچین۔ تو آپ نے انکو اس تکلیف کے بدلے کچھ کلمات تعلیم فرمائی۔

> قال علي ان فاطمة اتت النبي صلى الله عليه وسلم تشكو اليه ما تلقى في يدها من الرحى وبلغها انه قد جاءه رقيق فلم تصادفه فذكرت لعائشة فلما جاء اخبرته عائشة قال فجاءنا وقد اخذنا مضاجعنا فذهبنا نقوم فقال على مكانكما فجاء فقعد بيني وبينها حتى وجدت برد قدميه على بطني فقال الا ادلكما على خير مما سالتما اذا اخذتما مضاجعكما او اويتما الى فراشكما فسبحا ثلاثا وثلثين واحمدا ثلاثا وثلاثين وكبرا اربعا وثلاثين فهو خير لكما من خادم (بخاری ص ۵۰۴)

ایک اور حدیث[9] مین ذکر ہے۔ کہ حضرت اسماء بنت ابی بکر اپنے شوہر کے

حیم خورد

عن اسماء بنت ابی بکر قالت تزوجنی الزبیر وما له فی الارض من مال ولا مملوک ولا شئ غیر فرسه قالت فکنت اعلف فرسه واکفیه مؤنته وادق النوی لناضحه واعلفه واستقی الماء واخرز غربه واعجن ولم اکن احسن اخبز فکان یخبز لی جارات لی من الانصار وکن نسوة صدق قالت وکنت انقل النوی من ارض الزبیر التی اقطعه رسول الله صلی الله علیه وسلم علی راسی وهی علی ثلثی فرسخ۔ (صحیح مسلم جلد ۲)

گھوڑے کی سائیسی کرتین۔ گھر کا پانی خود بھرتین۔ کھجور کی گٹھلیان دو میل کے فاصلہ سے سر پر اٹھا کر باہر سے لاتین۔ آٹا گوندھتین۔ روٹی پکانا اچھا نہ جانتین اسمین انکو اور ہمسایہ عورتین مدد دیتین۔

اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے گھر کا کام کرنا۔ کپڑا دہونا۔ بکری دوہنا وغیرہ وغیرہ (بصفحہ ۱۷۱) منقول ہو چکا ہے۔

یہ حقوق وخدمات ایسے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ

ان السنة عند طوائف الناس عربهم و عجمهم ان تعاون المرأة فی استیفاء الارتفاقات وان تتکفل له تهیئة المطعم والمشرب والملبس وان تخزن ماله وتحضن ولده وتقوم فی بیته مقامه عند غیبته الی غیر ذلک مما لا حاجة الی شرحه وبیانه۔ (حجة الله ص ۳۱۱)

بلکہ پہلے ازمنہ سے اسوقت تک کے اہل اسلام اور اہل جملہ ادیان کے تعامل سے ثابت ہین۔ سب کا قدیم سے اسوقت تک اسی پر اتفاق چلا آتا ہے۔ کہ مرد محنت و مشقت اٹھا کر بر وبحر کی مصیبتین جھیل کر کما لائے اور عورت اس کمائی کو کہانے پینے کے کام مین لانے کا اہتمام کرے۔ اور اسمین بھی مرد انکو مدد دے۔ پھر جو مفلس یا متواضع ہوتے ہین وہ اپنے ہاتھ سے بھی انکو مدد دیتے ہین۔ (جیسکہ ماں سے) اسنے ہانڈی پکائی تو اسنے آٹا گوندھ لیا وہ آٹا پیسنے لگی

تو یہ پانی کا گھڑا بھر لایا۔ اور جو مالدار اور رفعت شعار ہوتے ہین۔ وہ اپنی جگہ انکو خادم کنیز دیتے ہین۔

اور اسی باہمی تعاون و تناصر پر زوجین کے حسن معاشرت کا مدار ہے۔ اور اگر فریقین صرف اپنی اپنی لازمی فرائض کا التزام کر رکہین۔ وہ اسکو بقدر واجب آٹا دال دیدے اور وہ صرف خاص نوکری کے وقت حاضر ہو جائی۔ اور اپنے کہانے پینے پہننے وغیرہ امور معاشرت کا انتظام جدا جدا کر رکہین۔ وہ اپنا پاؤ بھر آٹا جدا گوہند کر پکائے۔ اور وہ اپنے آدہ پاؤ کی کھچڑی الگ دہر دے تو اس سے جانبین کے حُسن معاشرت مین حرج واقع ہوگا اور عمدگی اتفاق مین فرق آئیگا۔

احادیث و آثار منقولہ بالا سے بھی جملہ حقوق مرد و عورت کے جو ہمنے بیان کیے ہین بتفصیل ثابت ہوئی (جیسا کہ آیات قرآن سے ثابت ہوئے تھی) اب رہا صرف یہ ایک امر کہ حقوق قسم دوم سے خانگی خدمات عورت کا لازمی فرض نہین ہے اختیاری ہے اسپر دلیل یہ ہے کہ ان خدمات کی لزوم و وجوب پر کوئی دلیل قرآن و حدیث مین پائی نہین جاتی۔ اسی نظر سے

هذا كله من المعروف والمروات التي اطبق الناس عليها وهو ان المرأة تخدم زوجها بهذه الامور المذكورة ونحوها من الخبز والطبخ وغسل الثياب وغير ذلك وكله تبرع من المرأة واحسان منها الى زوجها وحسن معاشرة وفعل معروف معه ولا يجب عليها شئ من

امام نووی نے حدیث مذکور اسماء کی شرح مین فرمایا ہے یہ سبھی کام دستور کے موافق اور بطور مروت ہوتے تھے۔ اسپر تمام لوگ اتفاق رکہتے ہین کہ عورت خاوند کی ان امور مین خدمت کرے۔ روٹی پکائے۔ کپڑے دہوئے ایسے ہی

ذلك بل لو امتنعت من جميع هذا لم تأثم ويلزمه هو تحصيل هذه الامور لها ولا يحل له الزامها بشيء من هذا وانما تفعله المرأة تبرعا وهي عادة جميلة استمر عليها النساء من الزمن الاول الى الآن وانما الواجب على المرأة شيئان تمكينها زوجها من نفسها وملازمتها بيته (شرح صحیح مسلم ص ۲۱۸ جلد ۲)

اور کام کرے۔ مگر یہ سب کچھ بطرز سلوک و احسان و حسن معاشرت (خوش گذرانی) کے ہے۔ ان امور سے کوئی امر بھی عورت پر واجب نہیں ہے۔ عورت اگر ان کاموں سے انکار کرے تو وہ گناہگار نہیں ہے بلکہ ان کاموں کا عورت کے لیے بہم پہنچا دینا مرد کو لازم ہے* ۔ اور اسکو یہ جائز نہیں کہ وہ جبراً یہ کام عورت سے کراوے۔ عورتیں جو کچھ کرتی ہیں بطور احسان کرتی ہیں۔ اور یہ انکی عمدہ عادت ہے جسپر پہلے زمانہ سے اس وقت تک انکا عمل چلا آتا ہے۔ عورت پر مرد کا واجبی حق صرف یہ ہے۔ کہ وہ خاص نفس کے لیے اپنے آپ کو خاوند کے سامنے جب وہ چاہے پیش کردے۔ اور اسکے گھر میں حاضر رہے۔ بلا اجازت غیر حاضر نہ ہو۔

اس تفصیل سے ناظرین و مناظرین کو حکم چہارم کی صحت و ثبوت کا یقین ہوگا۔ اور یہ تسلیم کرنا پڑیگا کہ اسلام نے مرد اور عورتوں کو جملہ امور میں بجز طلاق کے استحقاق میں مساوی* حق دیا ہے اور مرد کو افسر اور عورت کو ماتحت قرار دینے میں۔ عورت کا کوئی حق (جو قدرت نے اسکو عطا کیا ہے) تلف نہیں کیا عورت کی نسبت مرد کا رتبہ افسری ایسا ہی ہے جیسا بیٹی کی نسبت باپ کا یا رعایا کی نسبت رئیس کا یا نوکر کی نسبت آقا کا جسمیں کوئی قدرتی حق تلفی نہیں سمجھا

* یعنے انکے وسائل بہم پہنچا دینا۔ نہ اپنے ہاتھ سے کام کرنا۔
* اس مساوات پر جو مخالفین یہ اعتراض کرتے ہیں کہ عورت کو ایک وقت میں متعدد التزویج کی اجازت نہیں دی گئی۔ اور طلاق مرد ہی کے اختیار میں ہے۔ اسکا جواب یہ ہے کہ یہ حق عورت کو قدرت نے نہیں دیا۔ یہ بات ہمارے بیان سابق سے صاف پائی جاتی ہے و معہذا اسکی تفصیل آیندہ ہوگی۔